ہفت روزہ

لاہور

خدام الدین

زیر سرپرستی

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی مدظلہ

شیرانوالہ دروازہ لاہور

۲۱ / مارچ سنہ ۱۹۵۸ء

ھدیہ خدمت

سالانہ	گیارہ روپے
ششماہی	چھ روپے
فی پرچہ	۳/

ایڈیٹر

عبد المنان چوہان

منظور شدہ محکمہ تعلیم

۱- لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G/۱۶۳۳۲۱ - مورخہ ۳ / مئی سنہ ۱۹۵۶ء
۲- پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری TB.C ۲۲۳۰/۲۴۸۱ - مورخہ ۷ / ستمبر سنہ ۱۹۵۶ء

پنجاب پریس لاہور میں باہتمام مولوی عبید اللہ انور پرنٹر پبلشر چھپا اور دفتر رسالہ خدام الدین شیرانوالہ گیٹ سے شائع ہوا

روزہ

از جناب شرف نوگانوی وزیرآباد

سینے سے بھوک پیاس میں اُٹھتا ہوا دھواں — بھُنتے ہوئے لبوں پہ سلگتی ہوئی زباں
گرمی سے پھنک رہا ہو زمانہ تو غم نہ ہو — ریتی پہ بھن رہا ہو جو دانہ تو غم نہ ہو
پھنکتے ہوں لاکھ تشنگی سے قلب اور جگر — آب خنک ہو پاس مگر لب کرو نہ تر
جلوے بکھیرتا ہو کوئی لاکھ راہ میں — زنجیر ہو پڑی ہوئی پائے نگاہ میں
جلوہ فروش لاکھ ہوں حُوران سیم بر — یہ بے نیازی ہو کہ نہ جائے اُدھر نظر
نغمے برس رہے ہوں اگرچہ جہان میں — آئے نہ راگ رنگ کی آواز کان میں
مرگ خودی ہے پستیٔ فطرت ہے راگ میں — بن جاؤگے خلیل جو کودوگے آگ میں

سود و زیانِ دہر سے حاصل فراغ ہو — دُنیا کے ہر خیال سے خالی دماغ ہو
چھوڑو خود اپنی مرضی سے ہر لذتِ بقا — کر دو فنا سے پہلے ہر اک آرزو فنا
سوزِ دروں اگر ہے تو جینے کی ہے دلیل — گلزار آگ ہوگی بنو تو ذرا خلیل
ہر حادثہ رضائے خدا کی سند بنے — آ جائے موت بھی تو حیاتِ ابد ہے
پستی خیالِ خام کی رگ رگ سے ہو جدا — ہوگی خودی بلند تو مل جائے گا خُدا
ہونے ہو دل کے ہاتھ سے کیوں خوار اور زبوں — آب حیات ہے جو کرو خواہشوں کا خوں

گردن میں پڑنا چاہیں جو باہیں تو توڑ دو — لڑنا کسی سے چاہیں جو آنکھیں تو پھوڑ دو
شیرینیٔ حیات ہیں فطرت کی تلخیاں — کیا لذتِ بہار نہ آئے اگر خزاں
عزت جفاکشی کی ہے مردوں کے بھاگ میں — بھوکے پیاسے کود پڑو جلتی آگ میں
کمزوریوں میں مرگِ مفاجات ہے نہاں — مرتے نہیں ہیں موت کے ہاتھوں بھی سخت جاں

گرداب میں رہا کرو طوفان میں پلو — دریائے آتشیں میں شرف ڈوب کر چلو
خطروں میں جان بوجھ کے پڑتے ہیں نوجواں — لیتے ہیں مرد عزم و ارادے کا امتحاں
عادی بنوگے دُکھ کے تو سُکھ میں رہوگے تم — جلنا تپوگے اُتنا ہی کُندن بنوگے تم
خطروں پہ شُکر کیجئے ربّ کریم کا — یوں امتحان لیجئے عزمِ صمیم کا
تخریب نفس رُوح کی تعمیر کیجئے — بہتر ہے اپنے آپ کو تسخیر کیجئے
خواہش مٹے گی پیش نظر ہوگی حق کی ذات — گردش کرے گی ایک اشارے میں کائنات

کردار سامنے ہو شہِ مشرقین کا
صوم و صلوٰۃ نام ہے عزم حسینؑ کا

ہفت روزہ خدام الدین لاہور

جلد ۳ | ۹ رشعبان ۱۳۷۷ھ مطابق ۲۱ر مارچ ۱۹۵۸ء | نمبر ۴۵

یوم جمہوریہ اسلامیہ

۲۳ر مارچ ۱۹۵۶ء کا وہ مبارک دن ہے۔ جس روز پاکستان کے جمہوریہ اسلامیہ ہونے کا اعلان کیا گیا۔ اس سال ۲۳ مارچ کو چونکہ اتوار ہے۔ اس لئے ہماری حکومت نے یورپ کے اقتدا میں ۲۴ر مارچ کو یوم جمہوریہ منانے کا اعلان کیا ہے۔ آئین کی رو سے یہ ہماری حکومت کی پہلی ذہنی شکست ہے۔ خیر ہم اس دن تیسرا یوم جمہوریہ منائیں گے۔ اس موقعہ پر ہم قارئین کرام کی خدمت میں درخواست کریں گے کہ وہ نہایت خلوص کے ساتھ بارگاہ رب العزت میں دست بدعا ہوں کہ وہ جلد از جلد ہمارے ملک کو صحیح معنوں میں جمہوریہ اسلامیہ بنا کر اسلام کے نام پر حاصل کردہ اس سرزمین کو منافق اور بے دین سربراہوں سے نجات دلائے آمین یا الہ العالمین

یہ وہ مبارک دن ہے۔ جس دن ہمیں صحیح معنوں میں آزادی کی نعمت سے سرفراز کیا گیا۔ تقریباً ۹ سال تک پاکستان بننے کے بعد بھی یہاں انگریز کا نافذ کردہ قانون یعنی گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ ۱۹۳۵ء ہم پر زبردستی مسلط رہا۔ اور ہم بدستور سابق بلکہ انگلستان کے غلام رہے۔ جمہوریہ اسلامیہ کے اعلان کے بعد ہمیں بظاہر اس غلامی سے نجات مل چکی ہے۔ لیکن ذہنی طور پر ہم بدستور انگریز کے غلام ہیں۔ ہمارے آئین میں ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس کی رو سے کوئی قانون کتاب و سنت کے خلاف اس ملک میں رائج نہیں کیا جا سکتا اور مروجہ قوانین کو بتدریج اسلامی قالب میں ڈھالا جائے گا۔ آئین کا یہی وہ حصہ ہے جس کے لئے دیندار مسلمانوں نے متواتر کئی سال تک تگ و دو کی۔ اور برسر اقتدار طبقہ کو بادلِ ناخواستہ اس کو منظور کرنے پر مجبور کر دیا۔ جہاں تک آئین کے اس حصہ

> جو کوئی اُس کے موافق حکم نہ کرے
> جو (آئین) اللہ نے اُتارا ہے
> سو — وہی لوگ کافر ہیں
> ✱ — وہی لوگ ظالم ہیں
> ✱ — وہی لوگ فاسق ہیں
> ۵: ۴۴ تا ۴۷

پر عمل کا تعلق ہے۔ اس کے متعلق یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا۔ کہ جو آئین کے محافظ ہیں۔ وہی اس کی دھجیاں فضائے آسمانی میں اُڑا رہے ہیں۔ آئین کی رو سے صدر مملکت پر لازم تھا کہ وہ ایک کمشن کا اعلان یوم جمہوریہ سے ایک سال کے اندر اندر کرے۔ لیکن صدر مملکت نے پورا سال خواب غفلت میں گنوا کر صرف آخری رات میں محض کمشن کے صدر کو نامزد کر دیا۔ اس کے بعد کافی مدت تک باقی اراکین کے ناموں کا اعلان نہ کیا گیا۔ بالآخر جب کمشن کی تشکیل ہوئی تو اس میں اکثر ایسے عناصر کو شامل کر دیا گیا جو نہ صرف علمائے کرام کے نزدیک ناپسندیدہ ہیں۔ بلکہ عوام کے نزدیک غیر مقبول بھی۔ ان حقائق سے یہ بات صاف طور پر واضح ہو جاتی ہے کہ ہماری حکومت خود آئین کا مضحکہ اُڑا رہی ہے۔ تشکیل کے بعد کمشن نے آج تک کوئی قابلِ ذکر کارنامہ سرانجام نہیں دیا۔ پہلے نو سال کے متعلق ہم کچھ عرض کرنا نہیں چاہتے۔ آئین کے نفاذ کے بعد افسوس سے کہنا پڑتا ہے۔ کہ ہم نے نیکی کی ترویج اور بُرائی کے روکنے کے لئے کوئی قدم نہیں بڑھایا۔ بلکہ اس کے خلاف ہم نے نیکی کو روکنے اور فواحش و منکرات کو رواج دینے کی ہر ممکن کوشش کی خدا و رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بغاوت ہماری بربادی کی آئینہ دار ہے ہماری دلی تمنا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے برسر اقتدار طبقہ کو اس صورتِ حال کا احساس عطا فرمائے۔ ورنہ ان کو خائب و خاسر بیک بینی و دو گوش مسند اقتدار سے ہٹا کر خدا پرست عناصر کو آگے لائے۔

نئے آئین کے ماتحت عام انتخابات جلد از جلد ہونے چاہیئے تھے۔ لیکن دو سال گزر جانے کے باوجود ابھی تک عام انتخابات کے متعلق یقین سے نہیں کہا جا سکتا کہ وہ ہوں گے بھی یا نہیں۔ اور اگر ہوں گے تو کب۔ بظاہر ہماری حکومت اس سال نومبر میں انتخابات کرانے کے انتظامات کر رہی ہے۔ لیکن تجربہ شاہد ہے کہ اس ملک میں عام انتخابات کا ہونا جوئے شیر لانے سے کم نہیں ہے۔

ان تمام حقائق کے باوجود ہم یوم جمہوریہ منائیں گے۔ صدر مملکت وزیر اعظم پاکستان اور دوسرے سربراہ اس دن اپنی تقریروں میں بدستور سابق خیالی پلاؤ سے قوم کو بہلائینگے سرکاری عمارتوں پر دن کو پاکستانی پرچم لہرائے جائیں گے اور رات کو روشنی کا سامان کیا جائے گا۔ لیکن جس قوم پر ہوشربا گرانی مسلط ہو۔ وہ ایسے موقعہ پر خوشی کا اظہار کرے تو کس منہ سے ؟؟؟



خطبہ یوم الجمعۃ ۲۹ شعبان ۱۳۷۷ھ مطابق ۲۱ مارچ ۱۹۵۸ء

(از جناب شیخ التفسیر حضرت مولانا مولوی احمد علی صاحب جامع مسجد شیرانوالہ دروازہ لاہور)

مسلمانوں کے امتحان کا مہینہ

ہر انسان نے روزِ ازل میں خدا تعالیٰ کی ربوبیت اور اپنی مربوبیت کا اقرار کیا ہوا ہے

واذا اخذ ربك من بني ادم من ظهورهم ذريتهم واشهدهم على انفسهم الست بربكم قالوا بلى شهدنا ان تقولوا يوم القيمة انا كنا عن هذا غفلين ۝ او تقولوا انما اشرك اباؤنا من قبل وكنا ذرية من بعدهم افتهلكنا بما فعل المبطلون ۝ (سورۃ الاعراف رکوع ۲۲ پ ۹) **ترجمہ** اور جب تیرے رب نے بنی آدم کی پیٹھوں سے ان کی اولاد کو نکالا اور ان سے ان کی جانوں پر اقرار کرایا۔ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔ انہوں نے کہا۔ ہاں ہے۔ ہم اقرار کرتے ہیں۔ کبھی قیامت کے دن کہنے لگو کہ ہمیں تو اس کی خبر نہ تھی۔ یا کہنے لگو کہ ہمارے باپ دادا نے ہم سے پہلے شرک کیا تھا۔ اور ہم ان کے بعد ان کی اولاد تھے۔ کیا تو ہمیں اس کام پر ہلاک کرتا ہے۔ جو گمراہوں نے کیا۔

حاصل

یہ نکلا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے تمام انسانوں کو پیدا کیا جو قیامت تک پیدا ہونے والے تھے اور سب سے اپنے رب ہونے کا اقرار کرایا تاکہ قیامت کے دن کوئی یہ عذر نہ کر سکے کہ میرے ماں باپ نے مجھے شرک سکھایا تھا۔ اس لئے میرا کوئی قصور نہیں ہے۔ لہذا مجھے شرک کرنے کی سزا نہ دی جائے۔

رب العالمین کی طرف سے مربوبین کیلئے آخری دستور العمل قرآن مجید ہے

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ (سورۃ النحل ع ۱۲ پ ۱۴)

ترجمہ اور ہم نے تجھ پر ایک ایسی کتاب نازل کی ہے۔ جس میں ہر چیز کا کافی بیان ہے اور وہ مسلمانوں کے لئے ہدایت اور رحمت اور خوشخبری ہے۔

حاصل

یہ نکلا کہ قرآن مجید ایک ایسی کتاب ہے۔ جس میں انسان کی ہر قسم کی زندگی کے لئے اور ہر ضرورت کے متعلق کافی وضاحت ہے اور وہ کتاب مسلمانوں کے لئے راہ نما ہے کہ انہیں وہ سیدھا راستہ بتاتی ہے کہ بے کھٹکا سیدھے دروازہ الٰہی پر پہنچ جائیں۔

ہر مسلمان نے اس دستور العمل (قرآن مجید) کو ماننے اور اس پر عمل کرنیکا اقرار کیا ہوا ہے

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۭ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰۗىِٕكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ ۣ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ۣ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ڭ غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ (سورۃ البقرہ رکوع ۴۰ پ ۳)

ترجمہ:۔ رسول نے مان لیا۔ جو کچھ اس پر اس کے رب کی طرف سے اُترا ہے اور مسلمانوں نے بھی مان لیا۔ سب نے اللہ کو اور اس کے فرشتوں کو اور اس کی کتابوں کو اور اس کے رسولوں کو مان لیا ہے۔ کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے رسولوں کو ایک دوسرے سے الگ نہیں کرتے اور کہتے ہیں ہم نے سُنا اور مان لیا۔ اے ہمارے رب تیری بخشش چاہتے ہیں اور تیری ہی طرف لوٹ کر جانا ہے

حاصل

یہ نکلا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سب مومن قرآن مجید کو دل سے تسلیم کرتے ہیں۔ کہ یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اور قرآن مجید کی رہنمائی کی بنا پر اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں پر اور اسکی تمام نازل شدہ کتابوں پر اور اس کے ابتدائے دنیا سے لے کر تمام بھیجے ہوئے پیغمبروں پر ایمان لاتے ہیں اور یہودیوں کی طرح نہیں ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے ماننے سے انکار کریں اور عیسائیوں کی طرح بھی نہیں ہیں کہ حضرت عیسیٰ ع کی نبوت پر ایمان لائیں اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے تسلیم کرنے سے انکار کریں۔ بلکہ قرآن مجید پر ایمان لانے والے (بلحاظ بیان بعض روایات کے) ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں کی یکساں تصدیق کرتے ہیں کہ سب سچے پیغمبر تھے۔ البتہ عملی طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری اور قرآن مجید کے احکام کی تعمیل کو اپنی زندگی کا نصب العین بناتے ہیں۔

اور اس کے سوا چارہ بھی نہیں ہے

کیونکہ اگرچہ تمام حضرات انبیاء علیہم السلام کے ادیان اصولاً متحد تھے۔ مگر وقتی احکام کے لحاظ سے فروعات میں تھوڑا بہت فرق ضرور ہے۔ لہذا تمام انبیاء علیہم السلام کی شرائع پر عمل کرنا عقلاً ناممکن ہے۔ مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں

جہاد کے بعد جو مال ہاتھ آتا تھا۔ غازیوں کو اس کا استعمال کرنا حرام تھا۔ اس وقت سارا مال غنیمت ایک میدان میں رکھ دیا جاتا۔ آسمان سے آگ آتی۔ اور وہ سارا مال جلا کر خاکستر کر دیتی تھی۔ بخلاف اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے لئے مال غنیمت حلال کر دیا گیا ہے۔ لہذا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کے قانون پر عمل نہیں کیا جا سکتا۔

سمعنا واطعنا

مذکورۃ الصدر آیت میں یہ دو لفظ بھی ہیں۔ ان الفاظ سے پہلے دل سے مان لینے کا ذکر آمَنَ میں آ چکا ہے یہاں یہ ہے کہ اے اللہ ہم تیرے احکام سُن کر ان پر عمل کرنے کا وعدہ بھی کرتے ہیں

غُفْرَانَكَ

اے اللہ اگر ہم سے تیرے احکام کی تعمیل کرنے میں کوئی کمی بیشی ہو جائے تو اس پر ہم آپ سے معافی کی بھی درخواست کرتے ہیں کہ بجائے سزا دینے کے معاف فرمایا جائے۔ کیونکہ ہمیں یقین ہے کہ ہم نے قبروں سے اُٹھ کر تیرے حضور میں پیش ہونا ہے اور تمام اعمال کا حساب و کتاب دینا ہے اور اس وقت کسی نئے عمل کرنے کی اجازت نہیں ہوگی اور بخشش طلب کرنا یہ بھی ایک عمل ہے۔ لہذا ابھی سے ہم تیری بارگاہ میں درخواست کر رہے ہیں کہ اگر ہمارے اعمال میں کوئی فروگزاشت ہو تو ہمیں معاف فرما دیں۔

قرآن مجید میں رمضان شریف میں روزہ رکھنے کا حکم ہے

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ وَمَنْ كَانَ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ سورۃ البقر رکوع ۲۳ پارہ ۲ - ترجمہ رمضان کا وہ مہینہ ہے جس میں قرآن اُتارا گیا جو لوگوں کے واسطے ہدایت ہے۔ اور ہدایت کی روشن دلیلیں اور حق و باطل میں فرق کرنے والا ہے۔ سو جو کوئی تم میں سے اس مہینے کو پالے تو اسکے روزے رکھے اور جو کوئی بیمار یا سفر پر ہو تو دُوسرے دنوں سے گنتی پوری کرے۔ اللہ تم پر آسانی چاہتا ہے اور تم پر تنگی نہیں چاہتا اور تاکہ تم گنتی پُوری کر لو۔ اور تاکہ تم اللہ کی بڑائی بیان کرو۔ اس پر کہ اس نے تمہیں ہدایت دی اور تاکہ تم شکر کرو۔

حاصل

یہ نکلا کہ رمضان مبارک کے مہینہ میں قرآن نازل کیا گیا ہے (یعنی لوح محفوظ سے ایک ہی مرتبہ سارے کا سارا قرآن آسمان دُنیا پر لا کر رکھا گیا ہے پھر وہاں سے اللہ تعالیٰ کے حکم سے وقتاً فوقتاً جبرئیل علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں تھوڑا تھوڑا لا کر پیش کرتے رہے اور حضور انور کو عہدۂ جلیلہ نبوت کے ملنے کے بعد تئیس سال کے عرصہ میں قرآن مجید کا نزول اختتام پذیر ہوا)

هُدًى لِّلنَّاسِ

قرآن مجید تمام اقوام عالم کے لئے صحیح راہ نمائی کرنے کا کفیل ہے۔ جو لوگ اس کی راہ نمائی کے ماتحت چلیں گے۔ اُن کی دُنیا اور آخرت کی زندگی دونوں سنور جائیں گی۔ چنانچہ اس چیز کا اعلان قرآن مجید میں موجود ہے۔

اعلان ملاحظہ ہو

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (سورۃ النحل رکوع ۱۳ پارہ ۱۴)

ترجمہ:۔ جس نے نیک کام کیا۔ مرد ہو یا عورت اور وہ ایمان بھی رکھتا ہے تو ہم اسے ضرور اچھی زندگی بسر کرائیں گے اور اُن کا حق انہیں بدلے میں دیں گے ان کے اچھے کاموں کے عوض میں جو کرتے تھے۔

اچھی زندگی سے مراد

موٹریں اور کوٹھیاں نہیں ہیں۔ بلکہ اچھی زندگی وہ ہے۔ جس میں فرحت اور سرور اور اطمینان قلب نصیب ہو۔ جس طرح کسی باخدا نے فرمایا ہے

لنگکے زیر لنگکے بالا۔
نے غم وزد نہ غم کالا۔

ایک خدا دوست فقیر کا لطیفہ

اللہ تعالیٰ کا ایک بندہ یاد الہیٰ میں شب و روز مست رہتا تھا۔ اسے کسی نے ایک روپیہ دے دیا۔ لنگوٹی میں وہ روپیہ باندھ لیا۔ اب اس فکر سے اُسے نیند نہ آئے کہ کوئی کھول کر نہ لے جائے۔ بالآخر تنگ لنگوٹی سے کھول کر پٹکا مارا۔ کہنے لگا کہ یہ خبیث سونے ہی نہیں دیتا۔ تو میرے بھائیو عمدہ زندگی کا وہی معیار ہے جو اوپر عرض کر چکا ہوں۔ نہ کسی سے جھگڑا۔ نہ کسی سے لڑائی نہ کسی سے لینا۔ نہ کسی کا دینا اللہ تعالیٰ نے جو رزق دیا اُسے کھا کر اللہ تعالیٰ کا شکر کیا۔ نماز پڑھی اور سو گئے۔ نماز میں قیام۔ رکوع۔ اور سجدہ اور التحیات میں ذکر الہیٰ ہی تو ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ

سورہ رعد رکوع ۴ پ ۱۳ - ترجمہ:۔ (خبردار اللہ تعالیٰ کی یاد ہی سے دل تسکین پاتے ہیں)

زندگی یقیناً ناخوشگوار

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِيْٓ اَعْمٰى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى ۝ وَكَذٰلِكَ نَجْزِيْ مَنْ اَسْرَفَ وَلَمْ يُؤْمِنْ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَدُّ وَاَبْقٰى ۝ (سورہ طہٰ رکوع ۷ پارہ ۱۶)

ترجمہ اور جو میرے ذکر سے منہ پھیریگا تو اس کی زندگی بھی تنگ ہوگی اور اسے قیامت کے دن اندھا کرکے اٹھائیں گے کہے گا اے میرے رب تونے مجھے اندھا کرکے کیوں اُٹھایا۔ حالانکہ میں بینا تھا۔ فرمائے گا۔ اسی طرح تیرے پاس ہماری آیتیں پہنچی تھیں۔ پھر تونے انہیں بھلا دیا تھا۔ اور اسی طرح آج تو بھی بھلایا گیا ہے اور اسی طرح ہم بدلہ دیں گے جو حد سے نکلا۔ اور اپنے رب کی آیتوں پر ایمان نہیں لایا۔ اور البتہ آخرت کا عذاب بڑا سخت اور دیر پا ہے۔

ذکر سے مراد قرآن مجید ہونے کی شہادت

وَ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ۝

(سورۃ النحل رکوع ۶ پ ۱۴)

حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کا یہ ترجمہ کیا ہے۔ اور اتاری ہم نے تجھ پر یہ یاد داشت کہ تو کھول دے لوگوں کے سامنے وہ چیز جوکہ اُتری ان کے واسطے تاکہ وہ غور کریں۔

اس آیت پر شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کا حاشیہ

"یاد داشت سے مراد ہے قرآن کریم جو اگلی اُمتوں کے ضروری احوال و شرائع کا محافظ۔ انبیائے سابقین کے علوم کا جامع اور ہمیشہ کے لئے خدائی احکام اور فلاح دارین کے طریقوں کو یاد دلانے والا اور خواب غفلت سے بیدار کرنے والا ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ جس طرح پہلے رسول بھیجے گئے۔ کتابیں اُتاری گئیں آج تم کو (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) ہم نے ایسی کتاب دے کر بھیجا جو تمام کتب سابقہ کا خلاصہ اور انبیائے سابقین کے علوم کی مکمل یاد داشت ہے۔ آپ کا کام یہ ہے کہ تمام دُنیا کے لوگوں کے لئے اس کتاب کے مضامین خوب کھول کر بیان فرمائیں۔ اور اس کی مشکلات کی شرح اور مجملات کی تفصیل کر دیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ قرآن کا مطلب وہی معتبر ہے۔ جو احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے موافق ہو۔"

معیشۃ ضنکا

قرآن مجید سے مُنہ موڑنے والوں کی زندگی تلخ اور تنگی کی گزرنے پر حضرت شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا حاشیہ ملاحظہ ہو: "جو آدمی اللہ کی یاد سے غافل ہو کر محض دُنیا کی فانی زندگی ہی کو قبلۂ مقصود سمجھ بیٹھا ہے اس کی گزران مکدر اور تنگ کر دی جاتی ہے۔ گو دیکھنے میں اس کے پاس بہت کچھ مال و دولت اور سامان عیش و عشرت نظر آئیں۔ مگر اس کا دل قناعت و توکل سے خالی ہونے کی بنا پر ہر وقت دُنیا کی مزید حرص۔ ترقی کی فکر اور کمی کے اندیشہ میں بے آرام رہتا ہے کسی وقت ننانوے کے پھیر سے قدم باہر نہیں نکلتا موت کا یقین اور زوال دولت کے خطرات الگ سوہان رُوح بنتے ہیں۔ یورپ کے اکثر متنعمین کو دیکھ لیجئے کسی کو رات دن میں دو گھنٹے اور کسی خوش قسمت کو تین چار گھنٹے سونا نصیب ہوتا ہوگا۔ بڑے بڑے کروڑ پتی دُنیا کے مخمصوں سے تنگ آ کر موت کو زندگی پر ترجیح دینے لگتے ہیں۔ اس نوع کی خودکشی کی بہت مثالیں پائی گئی ہیں نصوص اور تجربہ اس پر شاہد ہیں کہ اس دُنیا میں قلبی سکون اور حقیقی اطمینان کسی کو بدوں یاد الٰہی کے حاصل نہیں ہو سکتا۔ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ۔ لیکن "ذوق ایں بادہ ندانی بخدا تا نہ چشی" بعض مفسرین نے "معیشۃ ضنک" کے معنی لئے ہیں۔ وہ زندگی جس میں خیر داخل نہ ہو سکے۔ گویا خیر کو اپنے اندر لینے سے تنگ ہو گئی۔ ظاہر ہے کہ ایک کافر جو دنیا کے نشہ میں بدمست ہے۔ اس کا سارا مال و دولت اور سامان عیش و تنعم آخرکار اس کے حق میں وبال بننے والا ہے جس خوشحالی کا انجام چند روز کے بعد دائمی تباہی ہو۔ اسے خوشحالی کہنا کہاں زیبا ہے۔ بعض مفسرین نے مَعِیشَۃً ضنکا سے قبر کی برزخی زندگی مراد لی ہے یعنی قیامت سے پہلے اس پر سخت تنگی کا ایک دور آئے گا۔ جبکہ قبر کی زمین بھی اس پر تنگ کر دی جائے گی۔ معیشۃ ضنک کی تفسیر عذاب قبر سے بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے کی ہے۔ بلکہ بزار نے باسناد جید ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔ بہرحال معیشۃ ضنکا کے تحت میں یہ سب صورتیں داخل ہو سکتی ہیں۔ واللہ اعلم۔"

روزے کی برکات

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ اِذَا دَخَلَ رَمَضَانُ فُتِحَتْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَفِیْ رِوَايَةٍ فُتِحَتْ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ وَغُلِّقَتْ اَبْوَابُ جَهَنَّمَ وَسُلْسِلَتِ الشَّيَاطِيْنُ وَفِیْ رِوَايَةٍ فُتِحَتْ اَبْوَابُ رَحْمَةٍ (متفق علیہ)

ترجمہ۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب رمضان آتا ہے۔ آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ اور ایک روایت میں ہے بہشت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کئے جاتے ہیں اور شیطانوں کو پابزنجیر کر دیا جاتا ہے اور ایک روایت میں ہے۔ رحمت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔

۲

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِی الْجَنَّةِ ثَمَانِيَةُ اَبْوَابٍ مِنْهَا بَابٌ يُسَمَّى الرَّيَّانُ لَا يَدْخُلُهٗ اِلَّا الصَّآئِمُوْنَ (متفق علیہ) سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بہشت کے آٹھ دروازے ہیں۔ ان میں سے ایک دروازہ ہے۔ جس کا نام ریان ہے۔ اس میں فقط روزے دار داخل ہوں گے۔

۳

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِيْمَانًا وَّاِحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَمَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَمَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ اِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ (متفق علیہ)

ترجمہ۔ ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے رمضان کے روزے رکھے۔ ایسے حال میں کہ ایماندار تھا اور ثواب حاصل کرنے کے لئے رکھے۔ اس کے پہلے سارے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ اور جس شخص نے (رمضان کی راتوں میں) قیام کیا ایسے حال میں کہ ایماندار تھا اور ثواب حاصل کرنے کے لئے (قیام) کیا۔ اس کے پہلے سب گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ اور جس شخص نے لیلۃ القدر کی رات کو قیام کیا۔ ایسے حال میں کہ ایماندار تھا اور ثواب حاصل کرنے کے لئے (قیام) کیا۔ اس کے بھی پہلے سب گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

۴

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ عَمَلِ ابْنِ اٰدَمَ يُضَاعَفُ الْحَسَنَةُ بِعَشْرِ اَمْثَالِهَا اِلٰى سَبْعِمِائَةِ ضِعْفٍ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى اِلَّا الصَّوْمَ فَاِنَّهٗ لِیْ وَاَنَا اَجْزِیْ بِهٖ يَدَعُ شَهْوَتَهٗ وَطَعَامَهٗ مِنْ اَجْلِیْ لِلصَّآئِمِ فَرْحَتَانِ فَرْحَةٌ عِنْدَ فِطْرِهٖ وَفَرْحَةٌ عِنْدَ لِقَاءِ رَبِّهٖ وَلَخُلُوْفُ فَمِ الصَّآئِمِ اَطْيَبُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ رِيْحِ الْمِسْكِ وَالصِّيَامُ جُنَّةٌ وَاِذَا كَانَ يَوْمُ صَوْمِ اَحَدِكُمْ

فَلَا یَرْفُثْ وَلَا یَصْخَبْ فَاِنْ سَابَّہٗ اَحَدٌ اَوْ قَاتَلَہٗ فَلْیَقُلْ اِنِّیْ اِمْرَءٌ صَائِمٌ (متفق علیہ) ترجمہ:- ابی ہریرہؓ سے روایت ہے۔ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ آدم کے ہر بیٹے کا اجر بڑھا دیا جاتا ہے۔ ایک نیکی دس گنا سے سات سو گنا تک اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ مگر روزہ۔ پس وہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ ہوں۔ (روزہ دار) اپنی خواہش اور اپنا کھانا میرے لئے چھوڑتا ہے۔ روزہ دار کے لئے دو فرحتیں ہیں ایک فرحت روزہ افطار کرنیکے وقت اور ایک فرحت اپنے رب کی ملاقات کے وقت اور البتہ روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کے ہاں کستوری کی خوشبو سے بھی زیادہ بہتر ہے اور روزہ (گناہوں سے بچنے کے لئے) ڈھال ہے۔ اور جب تم میں سے کسی کے روزے کا دن ہو پھر نہ تو عورتوں سے میل جول کی باتیں کرے اور نہ شور و شغب کرے۔ پس اس کو اگر کوئی گالی بھی دے یا اس سے لڑائی کرے تو چاہیئے کہ یہ کہے کہ میں تو روزہ دار آدمی ہوں۔

اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کا ایک عجیب ثبوت

روزہ دار روزہ رکھنے میں اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کا ایک عجیب ثبوت دیتا ہے عملاً یہ چیز ثابت کر دکھاتا ہے کہ میں تو اس دنیا کی زندگی میں تیری رضا چاہتا ہوں۔ اگر تو چاہے تو میں ان حلال چیزوں کو بھی بالکل چھوڑنے کے لئے تیار ہوں۔ جن پر میری زندگی کا دار و مدار ہے۔ میں تیری رضا حاصل کرنے کے لیے کھانے پینے کی ہزاروں چیزوں کو تیری رضا پر قربان کرتا ہوں۔ اس کے علاوہ رات کا آرام بھی تیری رضا حاصل کرنے کے لئے چھوڑتا ہوں۔

اپنی شان کے مطابق معاوضہ

جب روزہ دار نے اتنی بڑی قربانی کی کہ اپنی زندگی کی موقوف علیہ چیزوں کو اللہ تعالےٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے قربان کیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے روزہ دار کو اپنی شان کے مطابق روزے کا معاوضہ دیا۔ جو اللہ تعالےٰ کے سوا کوئی نہیں دے سکتا تھا۔ اللہ تعالےٰ نے اپنے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اعلان کرایا۔ جو ایماندار شخص اللہ تعالیٰ کو راضی رکھنے کے لئے رمضان کے روزے رکھے گا۔ اسکے عمر بھر کے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ سبحان اللہ کیسا عجیب معاوضہ ہے۔ جب سارے گناہ بخش دیئے گئے تو اس کا یہی مطلب ہو سکتا ہے کہ اسے بہشت میں داخلے کا ٹکٹ مل گیا۔ بہشت وہ جگہ ہے جس میں نہ انسان کی زندگی کو زوال ہے اور نہ وہاں کی نعمتوں کا کوئی اختتام ہے۔

شاہنشاہی اعلان ملاحظہ ہو

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِکَ ھُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّۃِ ۝ جَزَآءُھُمْ عِنْدَ رَبِّھِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْھَآ اَبَدًا ؕ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ ؕ ذٰلِکَ لِمَنْ خَشِیَ رَبَّہٗ ۝ (سورۃ البینہ پ ۳۰)۔

ترجمہ۔ بیشک جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کئے۔ یہی لوگ بہترین مخلوقات ہیں۔ ان کے بدلہ ان کے رب کے ہاں ہمیشہ رہنے کے بہشت ہیں۔ ان کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اس سے راضی ہوئے یہ اس کے لئے ہے جو اپنے رب سے ڈرتا ہے۔

ان لوگوں کی فہرست جنہیں رمضان شریف میں روزہ قضا کرنے کی اجازت ہے

(۱) جو شخص بیمار ہو اور اسے خطرہ ہو کہ روزہ رکھنے سے بیماری بڑھ جائیگی۔ وہ نہ رکھے اور تندرست ہونے کے بعد قضا کرے۔

(۲) اگر مسافر کو روزہ رکھنے میں کسی ضرر کا خطرہ نہیں ہے تو روزہ رکھنا افضل ہے۔ اور اگر افطار کرے تو جائز ہے پھر قضا کرے۔

(۳) اور اگر مریض بیماری کی حالت ہی میں مر جائے۔ یا مسافر سفر کی حالت میں فوت ہو جائے پھر ان کیلئے قضا نہیں ہے۔

(۴) اور اگر مریض شفا یاب ہو جائے اور پھر بھی روزے نہ رکھے یا مسافر مقیم ہو جائے پھر بھی نہ رکھے۔ پھر مر جائیں تو قضا لازم ہوگی اور ان پر لازم ہوگا کہ وارثوں کو وصیت کر جائیں تاکہ وہ ان کے روزوں کا کفارہ ادا کر دیں۔

(۵) اگر حاملہ عورت یا دودھ پلانیوالی اپنے نفس پر یا اپنے بچے کے متعلق خطرہ محسوس کرے تو روزہ افطار کرنے کی اجازت ہے۔ پھر قضا کرلے گی۔

(۶) اور بے حد بڈھا ضعیف جسے روزہ رکھنے کی طاقت ہی نہیں ہے۔ وہ روزہ نہ رکھے اور ہر روزہ کے عوض دو سیر گیہوں یا چار سیر جو مسکینوں کو دیدے۔

وما علینا الا البلاغ واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم ۝

مجلس ذکر منعقدہ ۲۱ شعبان المعظم ۱۳۷۷ھ مطابق ۱۳ مارچ ۱۹۵۸ء

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولٰینا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی :۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الحمد للہ وکفٰی وسلام علٰی عبادہ الذین اصطفٰی

اما بعد آج کا عنوان ہے ا۔

اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ

اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے :۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ؕ الاٰیہ (سورہ البقرہ رکوع ۲۰ پ ۲) (ترجمہ۔ اور ایسے لوگ بھی ہیں جنہوں نے اللہ کے سوا اور شریک بنا رکھے ہیں۔ جن سے ایسی محبت رکھتے ہیں جیسی کہ اللہ سے رکھنی چاہیئے۔ اور ایمان والوں کو تو اللہ ہی سے زیادہ محبت ہوتی ہے)

ایک درجہ تو یہ ہے کہ اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ کو عقیدتًا مانا جائے۔ عقیدتًا ماننے کا مطلب یہ ہے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ فرمائیں۔ وہ بھی ٹھیک اور جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں وہ بھی ٹھیک۔ دوسرا درجہ یہ ہے کہ بصیرۃً مانا جائے اور اسی کو شرح صدر کہتے ہیں۔ نابینا دوسرے آدمی کی موجودگی کو عقیدتًا مانتا ہے۔ کہ فلاں شخص میرے سامنے بیٹھا ہوا باتیں کر رہا ہے۔ اس کے مقابلہ میں بینا دیکھ کر دوسرے کی موجودگی کو مانتا ہے۔ اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ کی صفت اپنے اندر پیدا کرنے کی توفیق اور اس کو بصیرتًا ماننے کی صلاحیت عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین۔ جو ایماندار ہیں۔ ان کے متعلق تو فرماتے ہیں۔ کہ وہ سب سے زیادہ محبت اللہ تعالےٰ سے رکھتے ہیں۔ لیکن اپنے بندوں کی اکثریت کے بارے میں شکایت فرماتے ہیں۔

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ؕ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ ۝ (سورہ آل عمران ع ۲ پ ۳) (ترجمہ لوگوں کو مرغوب چیزوں کی محبت نے فریفتہ کیا ہوا ہے۔ جیسے عورتیں اور بیٹے اور سونے اور چاندی کے جمع کئے ہوئے خزانے اور نشان کئے ہوئے گھوڑے اور مویشی کھیتی یہ دنیا کی زندگی کا فائدہ ہے اور اللہ ہی کے پاس اچھا ٹھکانا ہے)

اَشَدُّ اسم تفضیل مذکر کا صیغہ ہے اشد حبًّا للہ کے یہ معنی ہیں۔ کہ اس سے آگے محبت کا کوئی درجہ نہیں۔ یہ قاعدہ ہے کہ اشد کے مقابلہ میں ضعیف فنا ہو جاتا ہے۔ اگر گیس کے سامنے ٹمٹماتا چراغ رکھیں گے۔ تو اس کی روشنی بیکار ثابت ہوگی۔ سورج کی روشنی بہت تیز ہوتی ہے۔ اس کے مقابلہ میں کوئی روشنی روشنی ہی نہیں رہتی۔ گیس یا ہری کین کی روشنی فنا ہو جاتی ہے۔ ایک اللہ تعالیٰ کی محبت دل میں رہے اور باقی سب کی محبت اس کے مقابلہ میں فنا ہو جائے۔ خدا کرے کہ میرا اور آپ کا یہ حال بن جائے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ؕ (سورہ ابراہیم ع ۵ پ ۱۳) ترجمہ اور اگر اللہ کی نعمتیں شمار کرنے لگو تو انہیں شمار نہ کر سکو۔

ہر نعمت کا منعم فقط اللہ تعالیٰ ہے اس لئے ممنون احسان بھی فقط اسی کا ہونا چاہیئے۔ چھوٹے بچے کو باپ سائیکل لے کر دیتا ہے۔ اس کو سائیکل بڑی پیاری ہے۔ لیکن وہ ممنون احسان اباجی کا ہے۔ اسی طرح باپ نے کوٹ بنوا کر دیا۔ ٹوپی لے کر دی۔ بوٹ لے کر دیئے۔ بچے کو یہ ساری چیزیں پیاری ہیں۔ لیکن وہ ان سب کے لئے اباجی کا ہی ممنون احسان ہے اور اباجی سے ہی محبت رکھتا ہے۔ اسی طرح اے انسان سب نعمتیں اللہ تعالیٰ نے ہی عطا فرمائی ہیں تو تمہیں بھی فقط اللہ تعالیٰ کا ممنون احسان ہونا چاہیئے۔ عربی کا مقولہ ہے۔ الانسان عبید الاحسان (انسان اپنے محسن کا غلام بن جاتا ہے) کسی اللہ والے نے کہا ہے

افادتکم النعمآء منی ثلاثۃً
یدی ولسانی والضمیر المحجّبا

(ترجمہ۔ اے میرے محسن تیرے احسانوں نے میری تین چیزیں تیری کر دی ہیں۔ میرا ہاتھ میری زبان اور میرے سینہ میں پوشیدہ دل بھی)

مانا کہ بیوی بڑی پیاری ہے۔ اور بیٹے بڑے پیارے ہیں۔ لیکن ان کو پیدا کر کے کس نے ہمیں دیا۔ اگر والدین بناتے تو نہ کوئی بے اولاد رہتا نہ کوئی بہرہ اندھا یا گونگا پیدا ہوتا۔ یہ بے انتہا نعمتیں جب اللہ تعالیٰ ہی نے دی ہیں تو بے انتہا محبت بھی اسی سے ہونی چاہیئے۔ اگر یہ نکتہ حل ہو جائے۔ تو بیڑا پار ہو جائے۔ ہر چیز پیاری ہوگی لیکن حقیقی محبت فقط اللہ تعالیٰ سے ہوگی۔ ادھر سے نظر ہٹ کر ادھر ہو جائے گی اور یہی ہے واصل باللہ ہونا۔

مقبولین بارگاہ الٰہی کی کچھ صفات ہوتی ہیں کہ جن کی وجہ سے ان کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں درجات ملتے ہیں۔ ورنہ ظاہری شکل اور صورت میں کافر اور مومن میں کوئی فرق نہیں۔ فرعون اور موسیٰ علیہ السلام کی ظاہری شکل اور صورت تو یکساں تھی۔ موسیٰؑ کے بھی دو آنکھیں دو کان دو ہاتھ دو پاؤں اور فرعون کے بھی دو آنکھیں دو کان دو ہاتھ اور دو پاؤں تھے۔ لیکن اندرونی صفات کے لحاظ سے موسیٰ علیہ السلام اولوالعزم انبیاء علیہم السلام میں سے شمار ہوتے ہیں۔ اور فرعون مردود بارگاہ الٰہی ہے۔ صرف خیالات یعنی صفات کا فرق تھا۔

اللہ تعالےٰ کے بعض اعضاء کا ذکر کتاب و سنت میں آتا ہے۔ ان کے متعلق اہل سنت والجماعت کا مسلک یہ ہے۔ نُؤْمِنُ کَمَا جَآءَ وَلَا نَسْئَلُ عَنْ کَیْفِیَّتِہٖ (جس طرح آیا ہم اس پر ایمان لاتے ہیں اور ہم اس کی کیفیت کے متعلق سوال نہیں کرتے) مفسر قرآن اور محدث دونوں کے لئے حکم ہے کہ جب ان چیزوں کا ذکر آئے تو اشارہ بھی نہ کرے۔ مثلاً قرآن مجید میں آتا ہے۔ يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَّيُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ (سورۃ القلم ع ۲ پ ۲۹) ترجمہ جس دن پنڈلی کھولی جائے گی اور وہ سجدہ کرنے کو بلائے جائیں گے۔ تو وہ نہ کر سکیں گے)

یہاں اللہ تعالیٰ کے کشفِ ساق کا ذکر ہے۔ ہم اس پر ایمان لاتے ہیں۔ لیکن اس کی کیفیت پر بحث نہیں کرتے لیکن آج جس چیز کے متعلق میں عرض کر رہا ہوں یہ ان میں نہیں ہے۔ اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ ایک عجیب صفت ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ صفت پیدا ہو جاتی ہے۔ خدا کرے کہ یہ میرا اور آپ کا حال ہو جائے۔ جتنے درجے کا کوئی محسن ہو۔ اتنے ہی درجہ کی اُس سے محبّت ہوتی ہے۔ ایک احسان کرنے والے سے ایک درجہ کی محبّت ہوگی۔ دو تین چار احسانات کرنے والے سے اسی درجہ کی محبّت ہوگی اللہ تعالیٰ کے احسانات کا چونکہ شمار ہی نہیں ہو سکتا۔ اس لئے اُس سے محبت بھی سب سے زیادہ ہونی چاہیئے۔ یہی ہے وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ کا مطلب اشد کے مقابلہ میں ضعیف فیل ہو جاتا ہے۔ اب میں اس کی تفصیل عرض کرنا چاہتا ہوں۔ اگر بیوی کی خواہش خدا کے حکم سے ٹکرائے تو بیوی کی خواہش کو ٹھکرا دیا جائے۔ اسی طرح اگر اولاد کی خواہش اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف ہو تو اس کو بھی رد کر دیا جائے۔ اس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں یوں فرمایا ہے :-

لَا تَجِدُ قَوْمًا یُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ یُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَلَوْ کَانُوْٓا اٰبَآءَھُمْ اَوْ اَبْنَآءَھُمْ اَوْ اِخْوَانَھُمْ اَوْ عَشِیْرَتَھُمْ ط اُولٰٓئِکَ کَتَبَ فِیْ قُلُوْبِھِمُ الْاِیْمَانَ وَاَیَّدَھُمْ بِرُوْحٍ مِّنْہُ ط الایہ (سورۃ المجادلہ ع ۳ پ ۲۸)

(ترجمہ :- آپ ایسی کوئی قوم نہ پائیں گے جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتی ہو۔ اور ان لوگوں سے بھی دوستی رکھتے ہوں جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں۔ گو وہ اُن کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبہ کے لوگ ہی کیوں نہ ہوں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان لکھ دیا ہے۔ اور اُن کو اپنے فیض سے قوّت دی) اس آیت میں بھی وہی چیز بیان فرمائی گئی ہے۔ جس کا ذکر وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ میں ہے۔ جس کی محبّت اللہ تعالیٰ کی محبت کے مقابلے میں آئی۔ مومن نے سب کو اُڑا دیا۔ آخر میں مَیں ہمیشہ عرض کیا کرتا ہوں کہ گفتن و کردن فرقے دارد۔ قال کو حال بنانے کے لئے کسی اللہ اللہ کرنے والی جماعت کی ضرورت ہے۔ اگر جماعت نہ ملے تو کسی باخدا کی صحبت کو غنیمت سمجھنا چاہیئے اس کا ماخذ بھی قرآن مجید سے عرض کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حکم دیتے ہیں۔

وَاصْبِرْ نَفْسَکَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ بِالْغَدٰوۃِ وَالْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْھَہٗ وَلَا تَعْدُ عَیْنٰکَ عَنْھُمْ ج تُرِیْدُ زِیْنَۃَ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا ج الایہ (سورۃ الکہف ع ۴ پ ۱۵)

(ترجمہ اور تو اُن لوگوں کی صحبت میں جو صبح اور شام اپنے رب کو پکارتے ہیں۔ اسی کی رضا مندی چاہتے ہیں اور تو اپنی آنکھوں کو اُن سے نہ ہٹا کہ تو دُنیا کی زندگی کی زینت تلاش کرنے لگ جائے)

اس قسم کے حضرات کو تو صرف اللہ تعالیٰ کی رضا مطلوب و محبوب و مقصود ہوتی ہے نہ بیوی نہ اولاد اور نہ جائداد۔ ان کی صحبت میں مدت مدید تک رہنے سے یہ رنگ پیدا ہو جاتا ہے۔ کسی نے کہا ہے۔

بلے میوہ ز میوہ رنگ گیرد

انسان کی فطرت ہے کہ یہ صحبت سے رنگ لیتا ہے۔ اس کو متاثر بالطبع کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو چونکہ اس کی فطرت کا پتہ تھا۔ اس لئے حکم فرمایا کہ اللہ اللہ کرنے والوں کی صحبت میں نشست و برخاست کو رکھو چونکہ ادھر ادھر دنیا دار ہی ہونگے اس لئے ان حضرات سے نظر ہٹانے سے منع فرما دیا۔ وَلَا تَعْدُ عَیْنٰکَ اور آگے فرماتے ہیں۔ کہ تیری ٹکٹکی انہیں اللہ والوں پر جمی رہے۔ اللہ والے فقط ایک اللہ تعالیٰ کے ہو کر دُنیا میں زندگی بسر کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں بے شمار ہیں۔ ہمارا وجود جسم کے اعضاء و دماغ میں عقل سب اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ہیں۔ ہمارا کچھ بھی نہیں۔ اگر ہمیں نیکی کی توفیق حاصل ہے تو یہ بھی اس کا احسان ہے۔ اس لئے میں کہا کرتا ہوں۔ کہ نیکی کرنا ہمارا فرض ہے۔ اور اجر دینا اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ اگر وہ نہ ولی کو نیکی کا اجر دے اور نہ نبی کو دے تو وُہ حق بجانب ہے۔ کوئی اعتراض نہیں کر سکتا۔ ہم اگر دس کروڑ حج کریں اور چوبیس گھنٹے نماز پڑھتے رہیں تو بھی ہم اللہ تعالیٰ سے اجر کا مطالبہ نہیں کر سکتے۔ وہ دیدے تو اُس کا فضل ہے ورنہ ہمارا کوئی حق نہیں۔ اس کی نعمتیں بے انتہا اور بے بہا ہیں۔ اگر کوئی نعمت اُس کے دروازہ سے نہ ملے تو دنیا و مافیہا کے خزانے خرچ کرنے پر بھی وہ دوسری جگہ سے نہیں مل سکتی مثلاً ایک شخص مادر زاد اندھا ہے۔ وہ اگر ساری دُنیا کی دولت خرچ کر کے ایک آنکھ بھی لینا چاہے تو کہیں سے نہ ملے گی۔ لیکن اللہ تعالیٰ غریب اور امیر ہر ایک کو دو آنکھیں مفت دیتا ہے شنوائی قوت۔ گویائی۔ سب اُسکی مفت دی ہوئی نعمتیں ہیں کسی نے کہا ہے۔ رحمت حق بہانہ میجوید اللہ تعالیٰ سے محبّت انسان کے اندر فطری جذبہ ہے لیکن جبتک اس کو سمجھایا نہ جائے یہ اس جذبہ کو نہیں سمجھتا۔ اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام کو اس کو سمجھانے کیلئے مبعوث فرماتے ہیں اور انبیاء علیہم السلام کے بعد اُنکے دروازہ کے غلام پیغام حق پہنچاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو اشد حبا للہ کا مقام عطا فرمائے آمین

روزہ کے متعلق احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

عَنْ اَبِیْ ہُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ رَمَضَانُ فُتِحَتْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَفِیْ رِوَایَۃٍ فُتِحَتْ اَبْوَابُ الْجَنَّۃِ وَ غُلِّقَتْ اَبْوَابُ جَھَنَّمَ وَسُلْسِلَتِ الشَّیَاطِیْنُ وَفِیْ رِوَایَۃٍ فُتِحَتْ اَبْوَابُ الرَّحْمَۃِ (متفق علیہ)

ترجمہ:۔ ابوہریرہ کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب شروع ہوتا ہے۔ ماہ رمضان۔ تو کھولے جاتے ہیں دروازے آسمان کے اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ کھولے جاتے ہیں دروازے جنت کے اور بند کئے جاتے ہیں دروازے دوزخ کے اور قید کیا جاتا ہے شیطانوں کو اور ایک روایت میں ہے کہ کھولے جاتے ہیں دروازے رحمت کے

عَنْ سَھْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی الْجَنَّۃِ ثَمَانِیَۃُ اَبْوَابٍ مِنْھَا بَابٌ یُسَمَّی الرَّیَّانَ لَایَدْخُلُہٗ اِلَّا الصَّائِمُوْنَ (متفق علیہ) **ترجمہ** ۔ سہل بن سعد کہتے ہیں۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جنت کے آٹھ دروازے ہیں جن میں سے ایک کا نام باب الریان ہے اس دروازے میں سے جنت کے اندر (صرف) روزہ رکھنے والے داخل ہونگے۔

عَنْ اَبِیْ ہُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِیْمَانًا وَّ اِحْتِسَابًا غُفِرَ لَہٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ وَ مَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِیْمَانًا وَّ اِحْتِسَابًا غُفِرَ لَہٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ وَمَنْ قَامَ لَیْلَۃَ الْقَدْرِ اِیْمَانًا وَّ اِحْتِسَابًا غُفِرَ لَہٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ (متفق علیہ)

ترجمہ ۔ ابوہریرہؓ کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ جس شخص نے روزہ رکھا رمضان کا عقیدت و ایمان کے ساتھ۔ اور ثواب حاصل کرنے کی نیت سے بخشے جائینگے اس کے تمام پہلے گناہ اور جو شخص کھڑا ہُوا یعنی عبادت کی۔ تراویح پڑھیں اور جاگا۔ یا تلاوت قرآن کی یا طواف عمرہ کیا۔ رمضان میں عقیدت و ایمان کے ساتھ اور ثواب حاصل کرنے کی غرض سے بخشے جائیں گے۔ اس کے پہلے تمام گناہ۔

عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کُلُّ عَمَلِ ابْنِ اٰدَمَ یُضَاعَفُ الْحَسَنَۃُ بِعَشْرِ اَمْثَالِھَا اِلٰی سَبْعِمِائَۃِ ضِعْفٍ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی اِلَّا الصَّوْمَ فَاِنَّہٗ لِیْ وَاَنَا اَجْزِیْ بِہٖ یَدَعُ شَھْوَتَہٗ وَ طَعَامَہٗ مِنْ اَجْلِیْ لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ فَرْحَۃٌ عِنْدَ فِطْرِہٖ وَ فَرْحَۃٌ عِنْدَ لِقَآءِ رَبِّہٖ وَلَخُلُوْفُ فَمِ الصَّائِمِ اَطْیَبُ عِنْدَ اللّٰہِ مِنْ رِیْحِ الْمِسْکِ وَالصِّیَامُ جُنَّۃٌ فَاِذَا کَانَ یَوْمُ صَوْمِ اَحَدِکُمْ فَلَا یَرْفُثْ وَلَا یَصْخَبْ فَاِنْ سَابَّہٗ اَحَدٌ اَوْ قَاتَلَہٗ فَلْیَقُلْ اِنِّیْ امْرُءٌ صَائِمٌ (متفق علیہ)

ترجمہ ۔ ابوہریرہؓ کہتے ہیں۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ کہ انسان کے ہر نیک عمل کا زیادہ کیا جاتا ہے ثواب اس طرح کہ ایک ایک نیکی کا ثواب دس گنا ملتا ہے۔ یہانتک کہ سات سو گنے تک یہ ثواب پہنچ جاتا ہے۔ فرمایا اللہ تعالٰے نے کہ روزہ (کا ثواب اس سے بھی بالاتر ہے۔ اس لئے کہ روزہ) صرف میرے لئے ہے۔ یعنی بندہ اس کو صرف میری خوشنودی کے لئے رکھتا ہے۔ اور میں ہی اس کی جزا دوں گا۔ (روزہ دار) چھوڑتا ہے اپنی خواہشات کو اور اپنے کھانے کو صرف میری خوشی کے لئے اور روزہ دار کے لئے دو خوشیاں حاصل ہوتی ہیں۔ ایک خوشی روزہ کھولنے کے وقت۔ اور دوسری خوشی اپنے پروردگار سے ملاقات کے وقت اور روزہ دار کے مُنہ کی بو خدا کے نزدیک مُشک سے زیادہ خوشبودار ہوتی ہے۔ اور روزہ ڈھال ہے) (کہ اس کے سبب سے دنیا میں بندہ شیطان کے شر سے محفوظ رہتا ہے۔ اور آخرت میں دوزخ کی آگ سے) اور جب تم میں سے کسی کا روزہ ہو تو وُہ نہ تو فحش باتیں کرے اور نہ بیہودگی سے چلائے اور اگر اس کو کوئی بُرا کہے یا اس سے کوئی لڑنے کا ارادہ کرے تو وُہ اس سے کہہ دے کہ میں روزہ دار ہوں۔ (مجھ کو بُرا کہنا یا کسی سے لڑنا زیبا نہیں ہے۔

عَنْ اَبِیْ ہُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا کَانَ اَوَّلُ لَیْلَۃٍ مِنْ شَھْرِ رَمَضَانَ صُفِّدَتِ الشَّیَاطِیْنُ وَمَرَدَۃُ الْجِنِّ وَ غُلِّقَتْ اَبْوَابُ النَّارِ فَلَمْ یُفْتَحْ مِنْھَا بَابٌ وَ فُتِحَتْ اَبْوَابُ الْجَنَّۃِ فَلَمْ یُغْلَقْ مِنْھَا بَابٌ وَیُنَادِیْ مُنَادٍ یَا بَاغِیَ الْخَیْرِ اَقْبِلْ وَیَا بَاغِیَ الشَّرِّ اَقْصِرْ وَلِلّٰہِ عُتَقَاءُ مِنَ النَّارِ وَذَالِکَ کُلَّ لَیْلَۃٍ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَۃَ وَرَوَاہُ اَحْمَدُ عَنْ رَجُلٍ وَقَالَ التِّرْمِذِیُّ ھٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ

ترجمہ:۔ ابوہریرہؓ کہتے ہیں۔ فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس وقت آتی ہے۔ رمضان کی پہلی رات۔ قید کئے جاتے ہیں شیطان اور سرکش جن اور بند کئے جاتے ہیں۔ دوزخ کے دروازے اور نہیں کھولا جاتا دوزخ کا کوئی دروازہ اور کھولے جاتے ہیں۔ دروازے جنّت کے اور نہیں بند رکھا جاتا اس کا کوئی دروازہ اور اعلان کرتا ہے۔ ایک اعلان کرنے والا۔ یہ کہ اے نیکی کے طالب متوجہ ہو نیکی کی طرف اور اے بُرائی کا ارادہ رکھنے والے باز رہ بُرائی سے اور اللہ آزاد کرتا ہے۔ (اس مبارک مہینہ میں) بہت سے لوگوں کو دوزخ سے اور ایسا ہر رات کو ہوتا ہے۔ یعنی مُنادی کرنے والا روزانہ رات کو یہ اعلان کرتا ہے۔

فضائلِ ماہِ رمضان و صیام

از جناب ابو عبد الرحمٰن صاحب (لودھیانوی) بی اے بی ٹی پرنسپل عثمانیہ کالج (شیخوپورہ)

ماہ رمضان کے فضائل

رمضان وہ مہینہ ہے۔ جس میں قرآن نازل کیا گیا پ۲۔ بیشک ہم نے قرآن کو لیلۃ القدر میں اُتارا۔ پ۳۔

امام رازیؒ نے علماء سے نقل کیا ہے۔ صحف ابراہیمؑ جو تعداد میں دس تھے۔ اُن کا نزول یکم رمضان کو ہوا تھا اور ۷۰۰ سال کے بعد رمضان شریف کی چھ راتیں گزرنے کے بعد توراۃ کا نزول ہوا۔ پھر ۵۰۰ برس بعد رمضان مبارک کی ۱۲ راتیں گزرنے کے بعد زبور نازل ہوئی۔ اور ۶۲۰ سال گزرنے کے بعد رمضان کی ۱۸ راتیں گزرنے پر انجیل نازل ہوئی اور تقریباً پونے چھ سو برس بعد رمضان کی چوبیس راتیں گزرنے پر قرآن مجید لوح محفوظ سے بیت المعمور میں یکدم نازل ہوا۔ قرآن مجید لوح محفوظ سے سماء دنیا پر شب قدر میں اتارا گیا۔ اور شاید اسی شب میں سماء دنیا سے پیغمبر علیہ الصلاۃ والسلام پر اُترنا شروع ہوا۔ پھر بتدریج ۲۳ سال میں نزول مکمل ہوا اور ہر رمضان میں حضرت جبرائیل علیہ السلام نازل شدہ قرآن آپ کو مکرر سنا جاتے تھے۔

مذکورہ حالات سے رمضان کے مہینہ کی فضیلت اور قرآن مجید کے ساتھ اس کی مناسبت خوب ظاہر ہو گئی۔

رمضان المبارک کا مہینہ مسلمانوں کے لیٔے حق تعالیٰ کا بہت بڑا انعام ہے اس کا پہلا عشرہ رحمت کا۔ درمیانی حصہ مغفرت کا ہے اور آخری حصہ آگ سے آزادی کا ہے۔ اس ماہ میں ایک شب قدر ہے۔ جس کی عبادت ایک ہزار ماہ کی عبادت سے بھی بڑھ کر ہے۔ اس ماہ میں سرکش شیاطین قید کر دیئے جاتے ہیں۔ اس ماہ میں جو شخص ایک فرض ادا کرے گا۔ اُس کو غیر رمضان کے ستر فرضوں کے برابر ثواب دیا جائے گا۔ حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ کا ارشاد ہے۔ کہ رمضان شریف کی خاطر جمعی اور توجہ الی اللہ کو تمام سال کی خاطر جمعی میں بڑا دخل ہے۔ بالخصوص آخری عشرہ میں جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عبادات میں زیادہ اہتمام فرماتے تھے۔ اور مسلمانوں کو بہت رغبت دلاتے تھے ۲۱۔ ۲۳۔ ۲۵۔ ۲۷ اور ۲۹ ویں راتوں کو شب قدر کی تلاش میں عبادت کرنیکی تاکید فرماتے تھے۔ صدقات و خیرات کا ثواب اس ماہ میں معمول سے صدہا درجہ زیادہ ملتا ہے۔ اس ماہ میں خدا تعالیٰ کی رحمت اہل دنیا کی طرف خاص طور سے نازل ہوتی ہے۔ جنت

> کیا تم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ تم یونہی جنّت میں داخل ہو جاؤ گے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے یہ تو جانچا ہی نہیں کہ کون تم میں سے اُسکی راہ میں جدوجہد کرتا ہے اور کون اُس راہ کی مصیبتوں پر صبر کرتا ہے
> (۳ : ۱۴۲)

کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ اور دوزخ کے دروازے بند ہو جاتے ہیں۔ حق تعالیٰ شانہٗ خطاؤں کو معاف فرماتے ہیں۔ دُعا کو قبول کرتے ہیں۔ تمہارے تنافس کو دیکھتے ہیں۔ اور ملائکہ سے فخر کرتے ہیں۔ بد نصیب ہے وہ شخص جو اس ماہ میں بھی اللہ کی رحمت سے محروم رہ جائے۔ رمضان وسعت کا مہینہ ہے۔ اس میں مومن کا رزق زیادہ کیا جاتا ہے

رمضان کی فضیلت کی وجہ سے اس میں نماز تراویح مقرر ہوئی۔ پس قرآن کی خدمت اس ماہ میں خوب اہتمام سے کرنی چاہیئے۔ رمضان ہی میں تین اہم امور ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ (۱) قیام قرآن (۲) قیام جہاد (۳) قیام خلافت۔ قرآن اسی ماہ میں نازل ہوا۔ ۱۷ رمضان کو پہلی مرتبہ اسلام کی تلوار بے نقاب ہو کر بدر کے میدان میں چمکی۔ رمضان ہی میں مکہ فتح ہوا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ۲۰ رمضان کو خانہ کعبہ کو تین سو ساٹھ بتوں سے پاک کر کے اسلام کی بادشاہت کا تخت بچھا دیا۔

روزوں کے لئے ماہ رمضان کیوں مقرر کیا گیا

جب اس ماہ مبارک کے فضائل مخصوصہ و عظیمہ معلوم ہو چکے تو اللہ تعالےٰ نے حکم دیا کہ جو کوئی تم میں سے اس مہینہ کو پائے تو وہ اس ماہ کے ضرور روزے رکھے۔ مریض اور مسافر کو قضا کرنے کی اجازت دی تاکہ دشواری نہ ہو بلکہ سہولت ہو اور یہ بھی منظور ہے۔ کہ تم اپنے روزوں کی شمار پوری طرح کر لیا کرو۔ ثواب میں کمی نہ آ جائے روزہ کے لیٔے رمضان کا مہینہ اس لیٔے قرار پایا کہ اس مہینہ میں قرآن کا نزول شروع ہوا۔ اور اس کا روزہ کے لیٔے مخصوص ہو جانا نزول قرآن کی یاد آوری و تذکیر ہے۔

ہر قوم میں یہ قاعدہ ہے۔ کہ جس دن اس قوم پر کوئی نعمت نازل ہو اس کی یاد تازہ کرنے کے لیٔے سالگرہ مناتی ہے۔ یہود میں عاشورہ کا روزہ رکھا جاتا تھا۔ کیونکہ اس روز فرعون غرق ہوا تھا۔ اور بنی اسرائیل نے نجات پائی تھی۔ عیسائیوں میں نزول مائدہ کے دن روزہ رکھنے کا رواج تھا۔ چونکہ رمضان شریف میں قرآن پاک کا نزول ہوا۔ اس لیٔے اس نعمت کی یاد کو تازہ رکھنے کے لیٔے مسلمانوں پر رمضان شریف کے روزے فرض کیٔے گئے۔

حضرت آدمؑ پر ہر مہینہ کی ۱۳، ۱۴ اور ۱۵ تاریخ کو روزہ رکھنا فرض تھا حضرت نوح علیہ السلام ہمیشہ روزہ دار ہوتے۔ حضرت داؤد ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن افطار فرماتے۔ حضرت عیسیٰؑ

جو وعدہ کرو اُسے پُورا کرو۔ بلاشبہ وعدے کے بارے میں پوچھ گچھ ہونی ہے۔ (۱۷ : ۳۴)

ایک دن روزہ رکھتے اور دو دن افطار کرتے تھے۔ نصاریٰ پر در اصل رمضان کے روزے فرض تھے۔ لیکن جب انہیں سخت گرمی و سردی ستاتی تو موسم ربیع میں تیس کی بجائے پچاس رکھ لیتے۔

اسلام کا دوسرا یا تیسرا رُکن

روزہ کو بعض علماء نے اسلام کا دوسرا اور بعض نے تیسرا رُکن قرار دیا ہے۔ قرآن میں کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ سے تاکید کی گئی ہے۔ جیسے کہ صلوٰۃ کی تاکید ہے اور زکوٰۃ کے لئے لفظ اٰتُوا الزَّکوٰۃَ استعمال کیا گیا ہے۔ سو نماز کے بعد اس کا درجہ ہے۔ نماز اور روزہ دونوں بدنی عبادتیں ہیں۔

عربی زبان میں روزہ کو صوم کہتے ہیں اور اس کی جمع صیام ہے روزہ کی تعریف یہ ہے کہ صبح صادق سے لے کر غروب آفتاب تک کھانے پینے اور جماع وغیرہ سے روزہ کی نیت سے رُکنا۔ یہ ہر عاقل بالغ مرد و عورت پر فرض ہے۔ اس کا انکار کرنے والا کافر اور بے عذر چھوڑنے والا سخت گنہگار ہے۔

شروع اسلام میں ہر ماہ میں تین دن یعنی ایام بیض ۱۳، ۱۴ اور ۱۵) کے روزے رکھنے فرض ہوئے۔ نیز عاشورہ کا روزہ بھی ہر سال لازمی تھا۔ اس کے بعد رمضان کے روزے فرض ہوئے اور جو روزے پہلے فرض تھے۔ وُہ بعد ازاں نفلی رہ گئے۔

فرضیت روزہ کا عمومی حکم خواہ دولتمند ہو یا نادار، امیر ہو یا مفلس، بادشاہ ہو یا فقیر سب پر یہ حکم ناطق مساویانہ طور پر لازم ہے۔ اس سے اسلامی احکام کی مساوات اور برابری کا پتہ چلتا ہے فقراء و مساکین کے ساتھ ہمدردی کرنے کی طرف لطیف اشارہ ہے۔ مادی قوتوں کے زور توڑنے کی طرف نادر تلمیح ہے اور تمام الہامی شریعتوں کا جزو لازم ہے رمضان کی حرمت برکت وکرامت کا اظہار ہے۔ قرآن کی عظمت اور عزت کی تصریح ہے۔

روزہ داری انسانی اصلاح و تہذیب کا ایک مشترکہ پروگرام اور بنیادی اصول ہے کیونکہ جب تک افراد قوم کی نفسانی اور نفسی خواہشات کا باقاعدہ اپریشن نہ ہو انہیں روحانی اور اجتماعی پاکبازی کا درجہ کبھی حاصل نہیں ہو سکتا۔

بعض ہندو فرقوں کی روزہ داری یہ ہے کہ وُہ توے پر پکی ہوئی چیز نہیں کھاتے۔ باقی ہر چیز کھا لیتے ہیں برت کے دنوں میں یہ لوگ حلووں مٹھائیوں پھلوں اور شربت پر ٹوٹے پڑتے ہیں۔ اس کے برخلاف جینیوں اور بدھوں کا حال یہ ہے۔ کہ وہ اپنے برتوں میں ہفتوں بعض اوقات مہینوں بھوکے رہتے ہیں اور ہلاکت کے قریب جا پہنچتے ہیں۔ مسلمان ایک درمیانہ اور عدل پرور قوم تھی۔ اس کو افراط و تفریط سے روکا گیا۔ اور اس کو صراط مستقیم پر چلنے کی ہدایت کی گئی۔ مسلمانوں کو اپنی روحانی و جسمانی دونوں طاقتیں قائم اور بحال رکھنی چاہیئے تھیں۔ (اسی لئے اس کو صوم وصال سے بھی منع کیا گیا) تاکہ وہ دوسری قوموں کے لئے زندگی کا نمونہ بن سکے اور کسی رنگ میں بھی ان کی رہنمائی سے قاصر نہ رہے

اپنے رب کی بخشش سے فائدہ اُٹھانے اور اُس جنت کے حاصل کرنے میں جلدی کرو جو متقیوں ہی کیلئے تیار کی گئی ہے۔ (۳:۱۳۳)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ کہ جو شخص قصداً بلاکسی عذر شرعی کے ایک دن بھی رمضان کا روزہ نہ رکھے تو اگر وہ سوائے رمضان کے ساری عُمر بھی روزے رکھے تو اس کا بدل نہیں ہو سکتا۔ رمضان شریف کا ایک سیکنڈ بھی غفلت میں نہ گزارا جائے۔

چار چیزوں کی رمضان میں کثرت رکھا کرو۔ جن میں سے دو چیزیں اللہ تعالیٰ کی رضا کے واسطے اور دو چیزیں ایسی ہیں کہ جن سے تمہیں چارہ کار نہیں۔ پہلی کلمہ طیبہ اور استغفار کی کثرت اور دوسری جنت کی طلب اور دوزخ سے پناہ

روزہ رکھنے کے فوائد

اے مسلمانو! روزے تم پر اس لئے فرض کئے گئے ہیں۔ تاکہ تم پرہیزگار ہو جاؤ۔ روزہ سے نفس کو اس کی مرغوبات سے روکنے کی عادت پڑے گی تو پھر اس کو اُن مرغوبات سے جو شرعاً حرام ہیں روک سکوگے۔ اور روزہ سے نفس کی قوت و شہوت میں ضعف بھی آ جائے گا۔ تو اب تم متقی ہو جاؤ گے لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ روزہ داری کی بڑی حکمت یہی ہے کہ نفس سرکش کی اصلاح ہو اور شریعت کے احکام جو نفس کو بھاری معلوم ہوتے ہیں۔ ان کا کرنا سہل ہو جائے۔ اور متقی بن جائے۔ یہود و نصاریٰ پر بھی رمضان کے روزے فرض ہوئے تھے۔ مگر اُنہوں نے اپنی خواہشات کے مُوافق ان میں اپنی رائے سے تغیر و تبدّل کیا۔ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ میں اُن پر تعریض ہے۔ معنی یہ ہوں گے کہ اے مسلمانو! تم نافرمانی سے بچو یہود اور نصاریٰ کی طرح اس حکم میں خلل نہ ڈالو۔

روزہ کے ذریعہ تم کو خدا تعالےٰ کی ذات پاک کے ساتھ ایک رُوحانی نسبت پیدا ہو جائے گی۔ تمہاری رُوح پاک ہو جائے گی نفس پاک ہو جائے گا۔ جسم پاک ہو جائیگا معاشرت اور تمدن پاک ہو جائیں گے

حق سبحانہٗ و تعالیٰ نے روزہ داری کے تین مقاصد بیان فرمائے ہیں۔ (۱) پرہیزگاری (۲) شکر گزاری۔ (۳) منزل مقصود پر کامیابی۔ تقویٰ شکر اور رشد۔ تقویٰ کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ انسان کو اپنی عقل، ہاتھ، زبان آنکھ اور دولت وغیرہ کے غلط استعمال کی طاقت نہیں رہے گی۔

شکر کا نتیجہ یہ ہوگا کہ انسان میں مذکورہ اعضا سے جائز استعمال کی طاقت پیدا ہو جائے گی۔

رشد یہ ہے کہ انسان خطروں

پُورا ناپو اور ٹھیک تولو سیدھی ڈنڈی کیساتھ یہی اس میں بہتری ہے اور انجام کے اعتبار سے بھی اچھا (۱۷:۳۵)۔

بدیوں اور آزمائشوں سے بچ کر اور
اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا صحیح استعمال کرکے
اپنی منزل مقصود کو پالے گا۔

ماہ رمضان میں آپ روزے رکھیں
تاکہ آپ کا جسم، دل، عقل پاک ہو
جائیں۔ آپ قرآن پڑھیں تاکہ آپ
کا دماغ روشن ہو۔

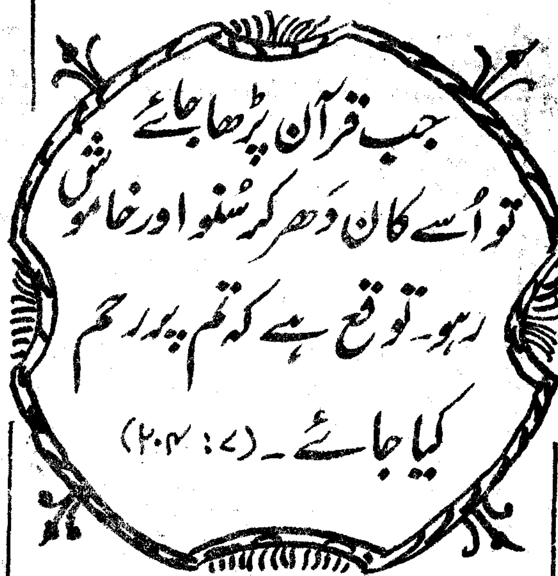
روزہ کا مقصد فقط کھانے پینے اور
جماع وغیرہ سے ہی رُکنا نہیں ہے۔
بلکہ اخلاق حسنہ پیدا کرنا صفات حمیدہ
سے آراستہ ہونا۔ خواہشات نفسانی پر
قابو پانا۔ ضبط نفس اور تحمل کا خوگر
ہونا، فتنہ انگیزی سے باز آنا۔ قُرب
الٰہی اور رضائے مولا کا حاصل کرنا
روزہ کے حکم سے یہ مقصود نہیں ہے
کہ انسان فاقہ کرے اور جسم کو مشقت
میں ڈالے۔ بلکہ نفس انسانی کی اصلاح
تہذیب ہے۔ روزہ رکھنے سے پرہیزگاری
کی قوت پیدا ہوگی۔ اور نفسانی خواہشوں
کو قابو میں رکھنے کا سبق سیکھ لوگے
جھوٹ غیبت گالی گلوچ کرنا۔ عورتوں
سے میل جول کی باتیں کرنا۔ شور و
شغب کرنا۔ اقوال قبیحہ اور اعمال خبیثہ
کا ارتکاب کرنا روزہ کو بے اثر کر
دیتا ہے۔ سو روزہ کی روح یہ ہے
کہ مذکورہ اقوال۔ افعال اور اعمال سے
کلی طور پر پرہیز کیا جائے۔

حدیث شریف میں روزہ کو ڈھال
فرمایا گیا ہے۔ روزہ کے ذریعہ انسان
شیطان اور نفس کے حملہ کو روکتا
ہے۔

حدیث میں روزہ کو نصف صبر
فرمایا ہے۔ رمضان صبر کا مہینہ ہے۔
صبر کا بدلہ بہشت ہے۔ روزہ رکھنے
سے غریبوں کے ساتھ ہمدردی اور
غمگساری بڑھتی ہے۔ انسان کو
روزہ رکھنے سے رزق کی صحیح قدر و
منزلت معلوم ہوگی۔ وہ بھوکے اور
پیاسے کی تکلیف کا اندازہ لگا سکے گا۔
امرا کو خود بھوکے پیاسے رہ کر غربا
کی مصیبتوں اور تکلیفوں کا پورا پورا
احساس ہوگا۔

روزہ داری دُنیا میں سب سے
بڑی ٹیمپرنس تحریک ہے۔ آج کل کی
طبی دُنیا میں فاقہ کشی کے ذریعہ علاج
کرنے کی بڑی اہمیت ہے۔ روزہ داری
سے انسان میں عجز و انکسار کی صفت
پیدا ہوتی ہے۔ روزہ رکھنے سے آرام
و آسائش اور عیش و عشرت کی محبتیں
گھٹ جاتی ہیں۔ بعض اوقات انسان
۲۴ گھنٹے بھوکا اور پیاسا رہتا ہے
اگر سحور کے وقت آنکھ نہ کھلے
تو آٹھ پہرہ روزہ رکھ لیتا ہے۔
اس طرح روزہ کا سپاہی فائدہ یہ
ہے کہ وُہ خدا کے نام پر جان دینے
کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔

روزہ حیات ابدی کا ذریعہ ہے
روزہ سے انسان کی شہوانی قوتیں کمزور
ہو جاتی ہیں اور رُوحانی قوت غالب
آ جاتی ہے۔ جس کی وجہ سے دل
میں نور اور کثافت جسمانی سے پاکیزگی
پیدا ہو جاتی ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے
کہ روزہ دار کی روح کو اس خاکی



جسم کے چھوڑنے کے بعد حیات ابدی
حاصل ہو جاتی ہے۔ بدن کا تزکیہ
اور قلب کی طہارت ہو جاتی ہے۔
چونکہ روزہ میں نفس پر سخت مشقت
ہوتی ہے۔ لہٰذا خدا تعالیٰ نے اس کا
ثواب بھی بے اندازہ مقرر کیا ہے
چونکہ روزہ میں دکھلاوا نہیں ہوتا۔ دیگر
عبادات کے ثواب کی ایک حد مقرر
فرمائی ہے۔ مگر روزہ کے ثواب کے
لئے فرما دیا ہے کہ اس کا بدلہ ہم
خود بے حساب عطا فرمائیں گے۔ اور
جب ایسا رحیم و کریم خود بلا حساب
عطا فرمائے گا۔ تو لینے والا مالا مال
ہو جائے گا۔ "روزہ خاص میرے لئے
ہے اور میں خود اس کی جزا دوں گا"۔
جو شخص خاص اللہ تعالیٰ کی رضامندی
کے لئے رمضان شریف کے روزے
رکھے۔ تو اُس کے سب پچھلے گناہ معاف
ہو جائیں گے۔ روزے اور قرآن مجید
قیامت کے دن شفاعت کریں گے
روزہ کہے گا۔ الٰہی میں نے دن کے
وقت اسے کھانے پینے سے روکا۔
اس لئے اس کے حق میں میری سفارش
قبول فرما۔ قرآن کہے گا۔ میں نے رات
کو اسے سونے نہ دیا تھا۔ اس لئے
میری سفارش اس کے حق میں قبول
فرما۔ اللہ تعالیٰ دونوں کی سفارش
قبول فرما لیں گے۔

روزہ دار کے منہ کی بھبک اللہ تعالیٰ
کے نزدیک مشک سے بھی زیادہ پسندیدہ
ہے۔ روزہ دار کے لئے افطار کے
وقت تک دریا کی مچھلیاں نیک دُعا
کرتی ہیں۔

روزہ دار کے لئے ہر روز جنت
آراستہ کی جاتی ہے۔

رمضان کی آخری رات میں روزہ داروں
کے لئے مغفرت کی جاتی ہے۔ رسول
مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ
سحری کھایا کرو۔ اس میں برکت ہوتی
ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ پیٹ بھر
کر کھائے۔ بلکہ ایک دو لقمے بھی کھانا
مسنون ہے اور صبح صادق ہونے سے تھوڑی
دیر پہلے کھانا افضل ہے

روزہ دار کے لئے دو خوشیاں
ہوتی ہیں۔ ایک روزہ افطار کرنے
کے وقت اور دوسری قیامت کے دن
جب خدا تعالیٰ کا دیدار ہوگا۔ روزہ
افطار کرتے وقت یہ دعا پڑھے۔
اَللّٰھُمَّ لَکَ صُمْتُ وَعَلٰی رِزْقِکَ
اَفْطَرْتُ (اے اللہ میں نے تیری رضا
کے لئے روزہ رکھا اور تیرے ہی
رزق پر افطار کرتا ہوں) کھجور یا خرما
سے افطار کرنا مسنون ہے۔ روزہ افطار
کرنے میں تاخیر نہیں کرنی چاہیئے۔
جلدی افطار کرنے میں دین غالب رہیگا۔
روزہ دار جنت میں دروازہ ریّان سے
داخل ہوں گے۔

رمضان المبارک میں عشا کے فرض
اور سنت کے بعد ۲۰ رکعت تراویح
مسنون ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے خود چند روز تراویح باجماعت

قرابت داروں کا حق ادا کرو اور مسکینوں اور مسافروں کو بھی دو۔ (۱۷: ۲۶)

ادا فرمائی ہے اور پھر حضرت عمرؓ کے زمانہ میں صحابہؓ نے بھی ۲۰ عدد تراویح با جماعت پڑھی ہیں۔ تمام رمضان میں ایک قرآن شریف ضرور ختم کر دینا چاہیئے۔ تین دن سے کم میں ایک قرآن تراویح میں ختم کرنا اچھا نہیں۔

آخری التماس

پس رمضان شریف میں اپنے خدا کو دل کھول کر یاد کریں۔ قرآن کے ذکر و فکر میں اپنا وقت گزاریں۔ نوافل پڑھیں۔ اعتکاف میں بیٹھیں۔ گناہوں سے توبہ کریں۔ سچ کی حمایت کریں۔ غریبوں کی امداد فرمائیں اور صحیح معنوں میں صابر، شاکر، پرہیزگار اور مجاہد بن کر اللہ کی رحمت، مغفرت اور نجات تینوں دولتوں کے مالک بن جائیں۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ جس شخص نے ایمان کے ساتھ ثواب کی نیت سے دن کو روزہ رکھا۔ اور رات کو عبادت کی یا لیلۃ القدر کو قیام کیا۔ اس کے تمام پہلے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

آپ اس مہینہ میں قرآن پڑھیں اس کو اچھی طرح سمجھیں اور اس پر پوری طرح عمل کریں۔ اسی کے ساتھ آپ دوسروں کو بھی قرآن پڑھائیں قرآن سمجھائیں اور اس پر عمل کرائیں اس طرح انفرادی اور اجتماعی زندگیوں کی اصلاح ہو جائے گی۔ وما علینا الا البلاغ

روزہ آدمی کے لئے ڈھال ہے جب تک کہ اس کو پھاڑ نہ ڈالے

از جناب حاجی کمال الدین صاحب لاہور کارپوریشن

ڈھال ہونے کے معنی یہ ہیں۔ کہ جیسے آدمی ڈھال سے اپنی حفاظت کرتا ہے۔ اسی طرح روزے سے بھی اپنے دشمن شیطان سے حفاظت ہوتی ہے۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ روزہ حفاظت ہے اللہ کے عذاب سے۔ دوسری روایت میں ہے کہ روزہ جہنم سے حفاظت ہے کسی نے عرض کیا یا رسول اللہؐ روزہ کس چیز سے پھٹ جاتا ہے۔ فرمایا کہ جھوٹ اور غیبت سے۔ اس زمانہ میں

> **اللہ کی اطاعت کرو اور رسولؐ کی اور اگر تم اس اطاعت سے منہ پھیرو تو جان لو کہ اللہ کافروں کو محبوب نہیں رکھتا۔ (۳ : ۳۲)**

روزہ گزارنے کا مشغلہ اس کو قرار دیا جاتا ہے کہ واہی تباہی فضول بکواس اور میری تیری باتیں شروع کر دی جائیں۔ بعض علماء کے نزدیک جھوٹ اور غیبت سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ یہ دونوں چیزیں ان حضرات کے نزدیک ایسی ہیں جیسے کہ کھانا پینا وغیرہ روزہ کو توڑنے والی اشیاء ہیں جمہور کے نزدیک اگرچہ روزہ ٹوٹتا نہیں۔ مگر روزہ کی برکات جاتے رہنے سے تو کسی کو بھی انکار نہیں اور بعض روزہ گزارنے کے لئے تاش اور شطرنج وغیرہ کی بازی کو فخر سمجھتے ہیں۔ یہ سب امور روزے کی برکات کے لئے سم قاتل سے کم نہیں۔ مشائخ نے روزے کے آداب میں چھ امور تحریر فرمائے ہیں۔ اول نگاہ کی حفاظت کہ کسی بے محل جگہ پر نہ پڑے۔ حتیٰ کہ کہتے ہیں کہ بیوی پر بھی شہوت کی نگاہ نہ پڑے پھر اجنبی کا تو کیا ذکر اور اسی طرح کسی لہو ولعب وغیرہ ناجائز جگہ نہ پڑے حضورؐ کا ارشاد ہے کہ نگاہ ابلیس کے تیروں میں سے ایک تیر ہے۔ جو شخص اس سے اللہ کے خوف کی وجہ سے بچ رہے تو حق تعالیٰ شانہٗ اس کو ایسا نور ایمانی نصیب فرماتے ہیں جس کی حلاوت اور لذت قلب میں محسوس کرتا ہے۔ صوفیاء نے بے محل کی تفسیر یہ کی ہے کہ ہر ایسی چیز کا دیکھنا اس میں داخل ہے جو دل کو حق تعالیٰ جل شانہٗ سے ہٹا کر کسی دوسری طرف متوجہ کر دے۔

دوسری چیز زبان کی حفاظت ہے جھوٹ۔ چغل خوری۔ لغو۔ بکواس۔ غیبت بدگوئی۔ بدکلامی اور لڑائی جھگڑا وغیرہ سب چیزیں اس میں داخل ہیں۔ اس لیئے روزہ دار کو چاہیئے کہ زبان سے کوئی فحش یا جہالت کی بات۔ مثلاً تمسخر۔ لڑائی جھگڑا وغیرہ نہ کرے۔ اگر کوئی دوسرا جھگڑنے لگے تو کہہ دے بھائی میرا روزہ ہے۔ یعنی دوسرے کی ابتدا کرنے پر بھی اس سے نہ اُلجھے۔ اگر وہ سمجھنے والا ہو تو اس سے کہہ دے کہ میرا روزہ ہے اور اگر وہ بے وقوف ناسمجھ ہو تو اپنے دل کو سمجھاوے کہ تیرا تو روزہ ہے تجھے ایسی لغویات کا جواب مناسب نہیں بالخصوص غیبت اور جھوٹ سے تو بہت ہی احتراز ضروری ہے کہ بعض علماء کے نزدیک اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا۔

حضورؐ کے زمانے میں دو عورتوں نے روزہ رکھا۔ روزہ میں اس شدت سے بھوک لگی کہ ناقابل برداشت بن گئی ہلاکت کے قریب پہنچ گئیں۔ صحابہ کرامؓ نے حضورؐ سے دریافت فرمایا تو حضورؐ نے ایک پیالہ اُن کے پاس بھیجا اور ان دونوں کو اس میں قے کرنے کا حکم فرمایا دونوں نے قے کی تو اس میں گوشت کے ٹکڑے اور تازہ کھایا ہوا خون نکلا۔ لوگوں کو حیرت ہوئی تو حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ انہوں نے حق تعالیٰ شانہٗ کی حلال روزی سے تو روزہ رکھا اور حرام چیزوں کو کھایا کہ دونوں عورتیں لوگوں کی غیبت

کرتی رہیں۔ یہاں یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ غیبت کرنے کی وجہ سے روزہ بہت زیادہ معلوم ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ وہ دونوں عورتیں روزہ کی وجہ سے مرنے کے قریب ہو گئیں۔ اسی طرح اور بھی گناہوں کا حال ہے اور تجربہ اس کی تائید کرتا ہے کہ روزہ میں اکثر متقی لوگوں پر ذرا بھی اثر نہیں ہوتا۔ اور فاسق لوگوں کی اکثر بری حالت ہوتی ہے۔ کہ بس اب مرے۔ اس لئے اگر یہ چاہیں کہ روزہ نہ لگے۔ تب بھی بہتر صورت یہ ہے کہ گناہوں سے اس حالت میں احتراز کریں۔ بالخصوص غیبت سے۔ جس کو لوگوں نے روزہ گزارنے کا مشغلہ تجویز کر رکھا ہے۔ حق تعالےٰ نے اپنے کلام پاک میں غیبت کو اپنے بھائی کے مردار گوشت سے تعبیر کیا ہے۔ اور احادیث میں بھی بکثرت اس قسم کے واقعات ارشاد فرمائے گئے ہیں جن سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جس شخص کی غیبت کی گئی ہے اس کا حقیقتہً گوشت کھایا جاتا ہے۔ حضورؐ نے ایک مرتبہ چند لوگوں کو دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ دانتوں میں خلال کرو۔ انہوں نے عرض کیا کہ حضورؐ ہم نے تو آج گوشت چکھا بھی نہیں۔ فرمایا کہ فلاں شخص کا گوشت تمہارے دانتوں کو لگ رہا ہے۔ معلوم ہوا کہ ان کی غیبت کی تھی۔ اللہ تعالےٰ اپنے حفظ میں رکھے کہ ہم لوگ اس سے بہت ہی غافل ہیں عوام تو درکنار خواص بھی مبتلا ہیں۔ ان لوگوں کو چھوڑ کر جو دنیادار کہلاتے ہیں۔ دین داروں کی مجالس بھی اس سے کم خالی ہوتی ہیں۔ اس سے بڑھ کر یہ ہے کہ اکثر اس کو غیبت بھی نہیں سمجھا جاتا۔ اگر اپنے یا کسی غیر کے دل میں کچھ کھٹکا بھی پیدا ہو تو اس پر اظہار واقعہ کا پردہ ڈال دیا جاتا ہے۔ حضورؐ سے کسی نے پوچھا کہ غیبت کیا چیز ہے؟ فرمایا کہ کسی کے پیٹھ پیچھے ایسی بات کرنی جو اسے ناگوار ہو۔ سائل نے پوچھا کہ اگر اس میں واقعتاً وہ بات موجود ہو جو کہی گئی۔ فرمایا جبھی تو غیبت ہے۔ ورنہ بہتان ہے۔ ایک مرتبہ حضورؐ کا دو قبروں سے گزر ہوا فرمایا کہ ان دونوں کو عذاب ہو رہا ہے۔ ایک کو لوگوں کی غیبت کرنے کی وجہ سے اور دوسرے کو پیشاب سے احتیاط نہ کرنے پر۔ احادیث میں غیبت اور مسلمانوں کی آبرو ریزی پر سخت وعیدیں آئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم لوگوں کو اس بلا سے محفوظ فرمائیں۔ بزرگوں اور دوستوں کی دعا سے مجھ سیاہ کار کو بھی محفوظ فرمائیں کہ باطنی امراض میں کثرت سے مبتلا ہوں

تیسری چیز جس کا روزہ دار کو اہتمام ضروری ہے۔ وہ کان کی حفاظت ہے ہر مکروہ چیز سے جس کا کہنا اور زبان سے نکالنا ناجائز ہے۔ اس کی طرف کان لگانا اور سننا بھی ناجائز ہے۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ غیبت کا کرنیوالا اور سننے والا دونوں گناہ میں شریک ہیں۔

تمہارے رب نے خبردار کر دیا تھا کہ اگر شکر گزار بنوگے تو میں تم کو اور زیادہ نوازوں گا اور اگر کفرانِ نعمت کروگے تو میری سزا بہت سخت ہے (۱۴:۷)

چوتھی چیز باقی اعضاء بدن مثلاً ہاتھ کا ناجائز چیز کے پکڑنے سے پاؤں کا ناجائز چیز کی طرف چلنے سے روکنا۔ اور اسی طرح اور باقی اعضاء بدن کا۔ اسی طرح پیٹ کا افطار کے وقت مشتبہ چیز سے محفوظ رکھنا۔ جو شخص روزہ رکھ کر حرام مال سے افطار کرتا ہے۔ اس کا حال اس شخص کا ہے کہ کسی مرض کے لئے دوا کرتا ہے۔ مگر اس میں تھوڑا سا سنکھیا ملا لیتا ہے کہ اس مرض کے لئے تو وہ دوا مفید ہو جائے گی۔ مگر یہ زہر ساتھ ہی ہلاک بھی کر دے گا۔

حضورؐ کا ارشاد ہے کہ خدا کو کسی برتن کا بھرنا اس قدر ناپسند نہیں ہے۔ جتنا کہ پیٹ کا پُر ہونا ناپسند ہے۔ ایک جگہ ارشاد ہے کہ آدمی کے لئے چند لقمے کافی ہیں۔ جن سے کمر سیدھی رہے۔ اگر کوئی شخص کھانے پر تُل ہی پڑے تو بس اس سے زیادہ نہیں کہ ایک تہائی پیٹ کھانے کے لئے اور ایک تہائی پینے کے لئے اور ایک تہائی خالی۔ آخر کوئی تو وجہ تھی کہ ہمارے حضورؐ کئی کئی روز تک مسلسل لگاتار روزہ رکھتے تھے کہ درمیان میں کچھ بھی نوش نہیں فرماتے تھے۔

پانچویں چیز جس کا لحاظ روزہ دار کے لئے ضروری ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ روزہ کے بعد اس سے ڈرتے رہنا بھی ضروری ہے کہ نا معلوم یہ روزہ قابلِ قبول ہے یا نہیں اور اسی طرح ہر عبادت کے ختم پر کہ نہ معلوم کوئی لغزش جس کی طرف التفات بھی نہیں ہوتا۔ ایسی تو نہیں ہو گئی۔ جس کی وجہ سے یہ فعل منہ پر مار دیا جائے۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ بہت سے قرآن پڑھنے والے ہیں۔ کہ قرآن پاک ان کو لعنت کرتا رہتا ہے قیامت کے روز ایک شہید، عالم اور سخی کو بلایا جائے گا۔ وہ اپنی اپنی بڑائیاں بیان کریں گے۔ کہ ہم نے تیری راہ میں تیری رضا کے لئے سب کچھ کیا۔ حکم ہوگا کہ جھوٹ بولتے ہو۔ تم نے اپنی شہرت کے لئے اپنی واہ واہ کرانے کے لئے یہ کام کئے تھے۔ میری رضا مقصود نہیں تھی۔ پھر ان کو منہ کے بل کھینچ کر جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ اللہ محفوظ فرمائیں کہ یہ سب بدنیتی کے ثمرات ہیں۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَام میں آدمی کے ہر جُزو پر روزہ فرض کیا گیا ہے۔ پس زبان کا روزہ جھوٹ وغیرہ سے بچنا ہے اور کان کا روزہ ناجائز سننے سے احتراز۔ آنکھ کا روزہ لہو و لعب کی چیزوں سے بچنا ہے۔ اور ایسے ہی باقی اعضاء حتیٰ کہ نفس کا روزہ آخرت کی لذتوں سے بھی احتراز ہے۔ اور سِر کا خاص روزہ غیر اللہ کے وجود سے بھی احتراز ہے۔ اس شان سے اگر روزہ رکھا جائے تو واقعی روزہ آدمی کے لئے ڈھال ہے۔ جب تک کہ اس کو پھاڑ نہ ڈالے۔

خدا ہم سب کو اسی شان کے ساتھ روزہ رکھنے کی توفیق بخشے۔

آمین ثم آمین

حقیقت یہ ہے کہ یہ قرآن وہ راہ دکھاتا ہے جو بالکل سیدھی ہے (۱۷:۹)

مقامِ ولایت

از جناب لال الدین صاحب اختر بی اے بی ٹی گھڑیالہ کلاں

"جنت سے" اخراج اگر خلافت کبریٰ کے عملی ظہور پر منتج ہو۔ تو زہے قسمت! اب ناراضگی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ بلکہ ارشاد ہوتا ہے وَلَمْ نَجِدْ لَهُ عَزْمًا۔ لہٰذا اب تو شفقتوں اور رحمتوں کے ابواب کھل رہے ہیں۔ اور اکرامِ خسروانہ کی بارش ہو رہی ہے یعنی پروردگار ارض و سما نے اپنے خلیفے کے نام پیغامات بھیجنے شروع کر دیئے تاکہ اس کے بیٹوں کو عالمِ ناسوت کی تاریکیوں اور ہولناکیوں سے گھبراہٹ پیدا نہ ہو۔ اور وہ شاہراہِ ہدایت پر آسانی سے گامزن ہوتے ہوئے اپنا کھویا ہوا مقام (جنت) پھر سے حاصل کر لیں۔ حضرت آدم علیہ السلام کو یاد تھا کہ احکم الحاکمین نے اپنے دربار عالیہ سے ان کو رخصت کرنے کے موقعہ پر ایک پیغام دیا تھا۔ فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُمْ مِنِّي هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝ سنئے۔ میری طرف سے تمہارے پاس ضرور پیغام ہدایت آتے رہیں گے۔ پس جس نے بھی میری رشد و ہدایت کی پیروی کی۔ اُس پر نہ خوف ہوگا۔ نہ حزن و ملال ہوگا۔ اس انسان اول نے اپنی اولاد کو اس سندیسے سے مطلع فرمایا تھا۔

اب اولاد آدمؑ کی افزائش کا سلسلہ خدا کی پناہ! ہم انسانوں کی آنکھ کھلتے کھلتے سات بر اعظموں میں پھیلا ہوا تھا۔ سمندر کے ایک کنارے سے لے کر دوسرے سمندر کے کنارے تک پہاڑوں کی برف پوش چوٹیوں سے دامن کوہسار تک غاروں میں کھوہوں میں میدانوں میں، جنگلوں میں غرض کہ جس طرف نظر اٹھتی تھی۔ انسانوں کے غول کے غول اور آبادیاں ہی آبادیاں تھیں۔ اب ماحول کا تقاضہ تھا کہ اس بھری ہوئی دنیا میں علمبرداران ہدایت بھیجے جائیں جو ان بکھرے ہوئے پروانوں کو ایک ہی شمع کا دیوانہ بنائیں اور سب کے دل میں ایک ہی ہستی کیلئے جذبۂ عبودیت پیدا کریں۔ مگر اب علاقائی امتیازات کا مسئلہ در پیش تھا۔ امزجہ کا اختلاف اور السنہ کا تفاوت ہر جگہ موجود تھا۔ لہٰذا پروردگار عالم نے ہر بستی میں اہل بستی کا ہمزبان ہی پیمبر بنا کر بھیجا۔ ہم نے قصص و سیر کی کتابوں میں پڑھا ہے۔ کہ ہر پیغمبر وقت کی آمد پر بستیوں میں اس قدر

مومنوں کا بھروسہ
بس
اللہ ہی پر ہوتا ہے (۱۲۲:۳)

ہاؤ ہو کا شور مچا کہ الامان۔ یہ فرستادۂ الٰہی اور مامور من اللہ کا ہی حوصلہ ہوتا تھا کہ ثابت قدمی سے اپنے کام کو چلاتا رہتا۔ ورنہ افراد قوم کی طرف سے ظلم و جہالت کے جبلی جذبے کا پورا پورا ظہور ہوتا تھا۔ قرآن حکیم جو نبوت و رسالت کے سلسلے میں سب سے آخری کتاب کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس امر کی شہادت پیش کرتا ہے۔ کہ قوموں کے شریر متموّل طبقے نے انبیاءِ کرام کے قتل ناحق تضحیک و تذلیل پر شہر بدل کرنا۔ جادوگر۔ کاہن و مبین کے القاب سے یاد کرنا۔ کاذب و منحوس کے لفظوں سے پکارنا اور اُن کے متبعین کو ہر طرح کی ایذا رسانی کا تختۂ مشق بنانا اپنا امتیازی شعار بنا رکھا تھا۔

خیر! یہ انسانی زندگی کے تاریک پہلو کی ایک بھیانک صورت تھی۔ مگر آج کی فرصت میں ہم اُن سعید روحوں کی داستانیں دہرانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ جن کو انبیا کرام کے بعد صدیقین۔ شہداءٔ اور صالحین کے مبارک ناموں سے پکارا گیا ہے۔ یہ گروہ در اصل انبیاء کرام کے علوم و معارف اور ذوقِ عبادت کے عملی مظہر ہیں۔ یا بالفاظ دیگر ہادیان برحق کی صحبتوں کے نتائج کا ظہور ہیں۔ یہ وُہ مبارک لوگ ہیں جنہوں نے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر امام الانبیاء ﷺ تک کے طویل عرصہ میں جس جس زمانے میں ہوئے۔ ہدایتِ آسمانی کے سامنے اپنے سروں کو نیازمندانہ جھکائے رہے۔ انبیاء کرام کی تعلیم کو اپنی زندگیوں کے لئے مشعلِ راہ سمجھا۔ الغرضیکہ خالق کی رضا جوئی میں جئے اور اس نعمتِ عظمیٰ کی طلب میں جاں بحق ہوئے۔ رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ

سطور بالا میں ہم نے مختلف طور پر انسانوں کو دو گروہوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ حالانکہ ان کے اقسام کا ذکر بھی ہو سکتا ہے۔ خیر اب مقام ولایت کے متعلق عرض کیا جاتا ہے۔ مقام ولایت اُمت محمدیہ کے لیے مخصوص تحفہ نہیں ہے۔ ہاں اتنا ضرور یاد رکھنا چاہیئے کہ بعثتِ محمدیہ کے بعد قیامت تک اس منصب جلیلہ کا استحقاق فقط غلامانِ محمدؐ کو ہی پہنچتا ہے۔ اگرچہ اس سے پہلے جہاں جہاں نبوت نے جلوہ گری فرمائی ہے۔ ولایت کا ان مقامات پر ظہور ہوتا رہا ہے۔ کیونکہ ولایت در اصل اس تذکیہ کا ثمرہ ہے۔ جس کے لیے پیغمبر کو خلق خدا کی طرف بھیجا جاتا ہے۔ وہ اپنی صحبت میں بٹھلا کر منشاءٔ الٰہی کی تعلیم بھی دیتا ہے۔ مگر اس کی صحبت میں قلب و روح کو وہ رنگ حاصل ہوتا ہے کہ اس کو فقط سالک راہ ہی محسوس کرتا ہے۔

دل میں سما گئی ہیں قیامت کی شوخیاں
دو چار دن رہا تھا کسی کی نگاہ میں

اس روحانی کیف و سرور کو طالب حق براہ راست کسی پیغمبر وقت سے حاصل

تم جو بھی اچھے کام کرو گے، اللہ اُسکی ناقدری نہ فرمائیگا۔ اللہ متقیوں کو خوب جانتا ہے۔ (۳: ۱۱۵)

کرتا رہا ہے۔ یا اس سلسلے کے حاملین میں سے کسی اور باخدا کی صحبت میں رہ کر اپنے سینے کے تکدر کو انوار سے بدل سکتا ہے۔ چونکہ قرآن حکیم سے پتہ چلتا ہے کہ ایزد متعال نے اُم القرےٰ میں اپنے ہادی بھیجے ہیں۔ جنہوں نے اپنے وقتوں میں میں تبلیغ و رسالت کے فرائض کو بطریق احسن انجام دیا لہٰذا معلوم ہُوا کہ ہر دَور میں بفضل خدا اولیا کرام کا گروہ پایا گیا۔

ہم اس موقعہ پر یہ عرض کر دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ ہم اولیاء کرام کی اقسام اور فرق مراتب کی وضاحت نہیں کریں گے۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ ہر پیغمبر کے اصحابہ کا درجہ باقی اُمت سے افضل رہا ہے اور پھر اُن میں صدیقین کا فوق و شرف بھی ایک امر مسلم ہے۔ باقی رہا شہداء اور صالحین کا فرق۔ قطب دوران۔ ابدال۔ اوتاد اور اولیا کے باقی اصطلاحی القاب ہمیں اُن سے کوئی بحث نہیں ہوگی۔ اس وقت فقط زمانۂ گزشتہ کے چند ایک باخُدا انسانوں کا حال ضبط تحریر میں لایا جائے گا۔

حضرات! مقام ولایت کا موضوع اتنا ہی پرانا ہے۔ جتنی کہ حضرت ہابیلؑ کی داستانِ حیات پُرانی ہے۔ یہ مقام ولایت ہی کی نور بیزیاں تھیں جس نے ابتدائے آفرینش کے ایک انسان کو حلم و بُردباری۔ صبر و استقامت عدل و انصاف ضبط نفس اور صلہ رحمی کا ایک مجسمہ بنا دیا تھا۔ جبکہ اُن کے ایک حملہ آور بھائی نے آتش حسد سے جل کر کہا تھا لَاَقْتُلَنَّكَ (میں تو تم کو ضرور قتل کر دوں گا۔ کیونکہ تیری قربانی قبول ہو گئی ہے۔ مگر میری قبول نہیں ہوئی تو اس وقت یہ سُن کر پہلے تو اس کو نہایت نرمی سے دستور الٰہی کی اطلاع دی۔ قَالَ اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ (برادر محترم اللہ فقط پرہیزگاروں کی نذر و نیاز کو قبول فرماتا ہے) لیکن جب یہ ہدایت آمیز گفتگو بھی قابیل کے غضب کو ٹھنڈا کرنے میں قاصر رہی۔ تو فرمایا لَئِنْ بَسَطْتَّ اِلَيَّ يَدَكَ لِتَقْتُلَنِيْ

مَا اَنَا بِبَاسِطٍ يَّدِيَ اِلَيْكَ لِاَقْتُلَكَ اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ (لیکن اگر اب بھی تو نے میری طرف ارادۂ قتل سے ہاتھ بڑھایا۔ تو میں پُورے ضبط سے اپنے ہاتھ کو تیرے قتل سے باز رکھوں گا۔ ہاں یہ سُن لے کہ میرا یہ ارادہ تجھ سے نہیں۔ مگر رب العٰلمین سے ڈر کر ہے)

قارئین کرام اگر آپ اس ہزاروں برس پہلے کے قصہ کی ہم آہنگی اور اس جذبۂ مبارکہ کی یکسانیت اور مطابقت کسی اور مقام پر دیکھنا چاہتے ہیں۔ تو حضرت ایوب استخیانیؒ فرماتے ہیں۔ کہ اس قصّے کے مصداق حضرت عثمانؓ بن عفّان تھے۔ جنہوں نے اپنا گلا تو کٹوا ڈالا۔ مگر اپنی مرضی سے کسی مسلمان کی انگلی بھی کٹنے نہ دی

جب دُنیا میں خوف و ہراس کی آندھیاں چھا جائیں۔ جب کائنات کا گوشہ گوشہ قہر خداوندی کا شکار ہو کر رہ جائے۔ جب کسی نامراد قوم کو سالہا سال کی نافرمانی کے بعد اس صفحہ ہستی سے نیست و نابود کرنا مقصود ہو۔ ہاں ہاں جب پیغمبر وقت مجرم قوم اور غضب الٰہی کے درمیان سے پرے ہٹ جائے۔ بلکہ افراد قوم کی حرکات شنیعہ سے تنگ آ کر رب لا تذر علی الارض من الکافرین دیارا ہ پکار اُٹھے اور اس دعا کے نتیجے پر آسمان سے طوفانی پانی کے خوفناک دھارے بہنے لگیں۔ اور زمین کی سوتیں سمندر اچھلنے لگے۔ اور آخر پانی آسمان دنیا تک پہنچ جائے۔ تو اس وقت پیغمبر وقت باذن اللہ جن مبارک افراد کو اللہ تعالےٰ کی آنکھوں کے سامنے بنی ہوئی کشتی کے پاس کھڑا کر کے

ہم تجھ سے روزی نہیں مانگتے تجھے روزی ہم دیتے ہیں (۲: ۱۳۲)

فرمائے (قال ارکبوا فیھا بسم اللہ مجرٖیھا و مرسٰھا ان ربی لغفور رحیم ہ (آئیے اس کشتی میں سوار ہو جائیے۔ جس کا چلنا اور ٹھہرنا فقط دست قدرت میں ہے۔ بلاشبہ میرے پروردگار کی شان غفاری کا تقاضا ہے کہ وہ میرے ساتھیوں پر رحم فرمائے) تو ایسے موقعہ پر ہمیں یقین ہو جاتا ہے کہ اس کشتی کے سوار زمرۂ لا یحزنون میں شامل ہیں۔ اور یہی حفاظت و صیانت خداوندی کا چتر شاہی ہے جو اولیاء اللہ کو ہر عہد میں خوف و حزن سے محفوظ رکھتا ہے۔

آیئے! قرآن حکیم کے اوراق میں ولایت کبریٰ کے مظاہر کی آواز تلاش کیجئے۔ تاکہ ہمیں معلوم ہو جائے کہ ولی اللہ کے مقام کی بلندی ثریا سے بھی آگے ہے۔ کیونکہ وہ صفات حمیدہ اور اوصاف ستودہ جن کی تکمیل انبیاء کرام میں بدرجۂ اُتم پائی جاتی ہے اور وہ مکارم و محاسن جو فرستادگان الٰہی کی پیشانیوں کا نور ہیں۔ ان کا عکس و پرتو اولیاء اللہ کے شب و روز میں بھی جھلکنے لگتا ہے۔

بلے میوہ ز میوہ رنگ گیرد!

ورنہ انسانی تعلقات سے مستنیر اور مستفیض کے الفاظ کو محو کر دینا چاہیئے۔ ولی اللہ اگرچہ نبی اللہ نہیں ہوتا۔ مگر وہ نبی اللہ کی صحبت میں انوار نبوت اور فیوض و برکات کو سمیٹنے کے لئے ہمیشہ سینہ کھول کر بیٹھتا ہے اور پھر جب اس روحانی تربیت میں کامل ہو جاتا ہے۔ تو اُس کی طبیعت میں وہ جلا پیدا ہوتا ہے کہ جو بھی اس کی ہمنشینی کر لے۔ اور اپنی اصلاح کا تہ دل سے خواہاں ہو تو لازمی طور پر اُس کی روحانی پرورش ہونے لگتی ہے اور انقطاع عن الخلق اور وصول الی اللہ کے جذبات اس کے دل و دماغ پر استیلا حاصل کر لیتے ہیں۔

رنگ میں ڈوبا ہُوا ہے جو تری محفل میں ہے

پیغمبر وقت کا دل تمام محاسن کا ایک مرقع بےنظیر ہوتا ہے۔ اس میں جرأت ایمانی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہوتی ہے پیغمبر وجاہت۔ صداقت فراست۔ قوت فکر و عمل۔ پاکیزگی فطرت بلندیٔ عزائم امور کی فہم و تفہیم۔ قلبی واردات کے قدس۔ القاؤ الہام۔ رویائے صادقہ۔

لوگوں کے حساب کا وقت قریب آلگا مگر وہ غفلت اور لاپرواہی میں پڑے ہوئے ہیں (۱:۲۱)

اور باقی زندگی کے ہر شعبہ میں ایک ممتاز اور مؤید من اللہ حیثیت رکھتا ہے۔ لہذا ان کے حلقۂ اثر میں تربیت پانے والے اوصافِ ملکیہ سے شعوری اور غیر شعوری طور پر ضرور اکتسابِ ضیا کرتے رہتے ہیں۔ ہادیٔ برحق کی زیرکی اور فراست دلوں کو اس قدر پاک اور مصفّا کر دیتی ہے کہ مرضیاتِ الٰہی کا ہر عکس فوراً قلوب میں اُتر جاتا ہے۔ اور یہی وہ تسلیم و رضا کے مقام کی خسروی ہے۔ جس کا ذکر سیّدنا ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ یوں قرآنِ عظیم نے کیا ہے

اسلم قال اسلمت لرب العلمین

اور یہی وہ سرمایہ اطمینان ہے۔ جس کو غیر اللہ کا خوف کسی حالت میں بھی سینۂ مومن سے نہیں نکال سکتا۔

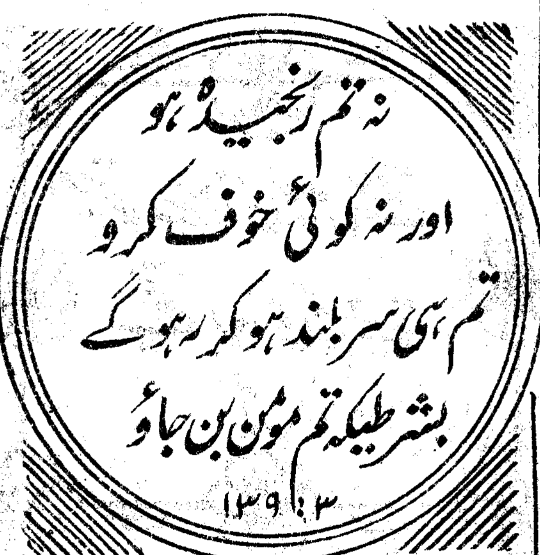
ہاں! اب قرآنِ حمید کو کھولیئے! اور ہزار برس پیچھے کی طرف جائیے۔ وہ مبارک گروہ جن کا تذکرہ ان الفاظ سے کیا گیا ہے۔ ان کی جرأت ایمان ہدایت اور استقامت پر نظر ڈالیئے۔

انهم فتیة امنوا بربهم و زدنا هم هدی و ربطنا علی قلوبهم اذ قاموا فقالوا الخ (سورہ کہف)

(بلاشبہ یہ وہ مبارک جماعت تھی۔ جن کو اپنے اللہ کی ربوبیت پر پورا یقین تھا ہم نے ان کی متاعِ ہدایت میں معتدبہ اضافہ کیا۔ ان کے دلوں پر ہم نے استقامت و عزیمت کی مضبوط گرہ لگا دی۔ جب انہوں نے نہایت تہورانہ انداز میں ایک قاہر بادشاہ (دقیانوس) کے بھرے دربار میں کھڑے ہو کر کہا۔ ہمارا پروردگار اور روزی رساں وہی ہے جو آسمان و زمین کی تمام مخلوق کا روزی رساں ہے ہم اس کے بغیر کسی کو اپنا حاجت روا تسلیم نہیں کریں گے۔ ورنہ ہماری گفتگو ہوش و خرد سے بعید ہوگی)

اس کے بعد انہوں نے فیصلہ کیا کہ ہم مشرکانہ ماحول کو خیرباد کہہ کر کسی پہاڑ کی کھوہ میں پناہ لیں۔ یہ وہ مشورہ اور فیصلہ تھا کہ جس میں رحمتِ خداوندی کی تجلیات نظر آتی ہیں ۔ و اذا عتزلتموهم وما یعبدون الا اللہ فاو الی الکهف ینشر لکم ربکم من رحمته و یهیئ لکم من امرکم مرفقا (اور جب تم نے اس مشرک قوم کے افراد سے اور جن کی وہ خدا تعالیٰ کے سوا پوجا کرتے ہیں۔ کنارہ کر لیا ہے۔ تو اب کسی کھوہ میں جا بیٹھو۔ تمہارا پرورش کنندہ بہت ممکن ہے کہ تم پر ایک خاص قسم کی رحمت کر دے۔ اور تمہارے کام میں آرام پیدا کر دے)

لہذا یہ وہ قلندرانہ صدا یا متوکلانہ فیصلہ تھا جو آنِ واحد میں دربارِ الٰہی میں شرفِ قبولیت حاصل کر گیا۔ اور یہی رشکِ قدسیاں افراد ہیں۔ جن کے متعلق ارشادِ خداوندی ہے و نقلبهم ذات الیمین و ذات الشمال (ہم نہایت مشفقانہ انداز میں ان کی کروٹیں دائیں اور بائیں بدلتے رہتے ہیں) اور آگے آیت کی اگلی جزو ان کے مقام کی رفعت کو اور بھی چار چاند لگاتی ہے۔ فرمایا و کلبهم باسطٌ ذراعیه بالوصید (اور اُن کا کُتّا بھی اس



مہبطِ رحمت غار کے سامنے اپنے پاؤں پھیلائے بیٹھا ہے۔ اور حفاظتِ خداوندی میں اُنہی اولیاء اللہ کے ساتھ شریک و سہیم ہے)

اللہ اللہ خدا تعالیٰ کی دوستی کا دنیا ہی میں یہ صلہ ملا کہ رحمتِ پروردگار نے ان کو بلکہ اُن کے وفادار کُتّے کو بھی ڈھانک لیا۔ کیا لا خوف علیهم ولا هم یحزنون کا عملی مظہر وہ مبارک واقعہ نہیں بن سکتا۔ جب حضرت مریمؑ کی پاکدامنی کا سوال پیدا ہُوا تھا۔ مریمؑ پیغمبر زادی بھی نہ تھی۔ ہاں نیک فطرت والدین کی دُعاؤں کا حصُول ضرور تھی۔ اور سیدنا زکریا علیہ السلام کی عارفانہ لوریوں نے اس دخترِ ہارونؑ کے روح و قلب کی پرورش کی تھی۔ اب یہ ولایت ہی جلوہ گری تھی اور عبدیت ہی کی بُلندی تھی کہ قوم نے حضرت مریمؑ کو انتہائی درجہ کی مجرم سمجھا۔ مگر خدائے قدوس کے کریمانہ الطاف نے چند گھڑی کے بچّے کو آغوشِ مادر سے ہمک کر انی عبداللہ کا اعلان کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ اور اب اللہ تعالیٰ کی بندی ارض و سما میں صدیقہ کے لقب سے ملقب ہونے لگی۔

آگے چلیئے۔ حضرت مریمؑ کی پرورش میں تو والدین کی نیکی اور پیغمبرانہ تربیت کا مذہبی ماحول اپنا اثر پیدا کر گیا تھا۔ مگر عقل و خرد کی حیرت کی کوئی انتہا نہیں رہ جاتی۔ جب ہم مہرِ ولایت کی ضَو افشانیاں ایک ایسے شبستانِ شاہی میں دیکھتے ہیں جہاں پرلے درجے کی انانیت اور کفر و شرک کا دور دورہ ہے۔ صاحبِ خانہ خلقِ خدا کے سامنے پورے جلال سے انا ربکم الاعلیٰ کا دعوےٰ کرتا ہے۔ تو اس موقعہ پر ایک عفیفہ۔ نسلِ انسانی کی ایک مایہ ناز ہستی۔ ایمان و ایقان کی جان۔ استقامت فی الدین کی چٹان حضرت آسیہ ہی تھیں۔ جو نہ پروردۂ پیغمبر تھیں نہ پیغمبر زادی۔ مگر قرآن حکیم شاہد ہے کہ اس ملکِ سیرت کی زبان پر یہ الفاظ جاری تھے۔ اذ قالت رب ابن لی عندک بیتا فی الجنة ونجنی من فرعون وعمله ونجنی من القوم الظالمین (اے میرے پروردگار اپنے جوارِ رحمت میں میرا گھر بنا اور مجھ کو فرعون کے زندان صفت شبستان سے اور اس کی منحوس ہم نشینی سے نجات دے اور ساتھ ہی اس ظالم قوم سے خلاصی عطا فرما۔

خدائے دو جہان کو اپنے نیک بندوں سے اس قدر محبت ہے کہ کسی والدہ کو اپنی اولاد سے کب ہو سکتی ہے مگر یہ محبّت انبیاء کرام کی متابعت میں ہو سکتی ہے۔ اور اسی کا نام فوزاً کبیراً ہے۔ مگر!

ان کی قسمت میں ہے۔ جو لوگ ہیں قسمت والے۔

دیکھیئے! سورۂ بروج میں آپ کو انسانوں کے دو گروہ نظر آئیں گے۔ ایک اعداء اللہ اور ایک اولیاء اللہ۔ اب دونوں کے متعلق خداوند عالم کے جداگانہ الفاظ ملاحظہ فرمایئے۔ اعداء اللہ کے متعلق ارشاد ہوتا ہے

جو کوئی دوزخ سے بچالیا گیا اور جنت میں داخل کر لیا گیا۔ وُہی کامیاب ہو گیا۔ (۳ : ۱۸۵)

بچوں کا صفحہ

رمضان المبارک کا مہینہ

از جناب حاجی کمال الدین صاحب مدد گار لاہور کارپوریشن

پیارے بچو! مسلمانوں کے لئے رمضان المبارک کا مہینہ اللہ پاک کا بہت ہی بڑا انعام ہے۔ اگر لوگوں کو یہ علم ہو جائے۔ کہ رمضان شریف کیا چیز ہے تو وہ یہ تمنا کریں کہ سارا سال رمضان ہی ہو جائے۔ چنانچہ حضرت سلمان رضؓ فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے شعبان کی آخری تاریخ میں ہم لوگوں کو وعظ فرمایا کہ تم پر ایک مہینہ آ رہا ہے جو بہت ہی خیر و برکت کا مہینہ ہے۔ اس میں ایک رات ہے (شب قدر) جو ہزار مہینوں سے بڑھ کر ہے۔ اللہ تعالےٰ نے رمضان کے روزے فرض فرمائے ہیں۔ اور اس کی راتوں کے قیام (یعنی تراویح) کو ثواب کی چیز بنایا ہے جو شخص اس مہینے میں کسی نیکی کے ساتھ اللہ کا قرب حاصل کرے وہ ایسا ہے۔ جیسا کہ غیر رمضان میں فرض ادا کیا ہو اور جو شخص اس ماہ میں کسی فرض کو ادا کرے وہ ایسا ہے جیسا کہ غیر رمضان میں ستر فرض ادا کئے۔ یہ مہینہ صبر کا ہے اور صبر کا بدلہ جنت ہے اور یہ مہینہ لوگوں کے ساتھ غمخواری کرنے کا ہے۔ اس ماہ میں مومن کا رزق بڑھایا جاتا ہے۔ جو شخص کسی روزہ دار کا روزہ افطار کرا دے۔ اس کے لئے گناہوں سے معاف ہونے اور آگ سے خلاصی کا سبب ہوگا۔ اور روزہ دار کے ثواب کی مانند اس کو ثواب ملے گا۔ مگر اس روزہ دار کے ثواب میں سے کچھ کم نہیں کیا جائیگا صحابہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں سے ہر شخص تو اتنی وسعت نہیں رکھتا۔

روزہ دار کو افطار کرائے۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ پیٹ بھر کر کھلانے پر موقوف نہیں۔ ایک کھجور سے کوئی افطار کرا دے یا ایک گھونٹ پانی پلا دے۔ یا ایک گھونٹ لسّی پلا دے تو اللہ جل شانہٗ اس پر بھی ثواب مرحمت فرما دیتے ہیں۔ یہ ایسا مہینہ ہے کہ اس کا اول حصّہ اللہ کی رحمت ہے۔ اور درمیانی حصّہ مغفرت ہے۔ اور آخری حصّہ آگ سے آزادی ہے جو شخص اس مہینے میں ہلکا کر دے اپنے غلام کے بوجھ کو تو حق تعالیٰ شانہٗ اس کی مغفرت فرماتے ہیں اور آگ سے آزادی فرماتے ہیں۔ اور فرمایا کہ چار چیزوں کی اس میں کثرت رکھا کرو جن میں سے دو چیزیں تو اللہ تعالیٰ کی رضا کے واسطے اور دو چیزیں ایسی ہیں۔ کہ جن سے تمہیں چارہ کار نہیں پہلی دو چیزیں جن سے تم اپنے رب کو راضی کرو۔ وہ کلمہ طیبہ اور استغفار کی کثرت ہے۔ اور دوسری دو چیزیں یہ ہیں کہ جنّت کی طلب کرو۔ اور آگ سے پناہ مانگو۔ پھر فرمایا کہ جو شخص کسی روزہ دار کو پانی پلا دے حق تعالیٰ (قیامت کے روز) میرے حوض کوثر سے اس کو ایسا پانی پلائیں گے جس کے بعد جنّت میں داخل ہونے تک پیاس نہیں لگے گی۔

رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا۔ وہ قرآن جو سارے انسانوں کیلئے سراپا ہدایت ہے اور جو حق و باطل میں امتیاز سکھاتا ہے۔

خرابی ہے ایسے نمازیوں کے لئے جو اپنی نمازوں سے غفلت برتتے ہیں اور ریاکاری کرتے ہیں (۱۰۷: ۴، ۶)